ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

فروری ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

اور سیاسی حمایتیوں کو ناجائز فوائد پہنچائیں ..... ووٹوں کے لئے پیسے بھی خرچ کئے ہوں، جعلی بھگتان بھی کئے ہوں، جھوٹے وعدے اور جوڑ توڑ کئے ہوں، عوام فریب نعرے بلند کئے ہوں، دوسروں کے خلاف غلط الزام لگائے ہوں اور گھٹیا زبان استعمال کی ہو بلکہ غنڈوں کے ذریعہ فائرنگ تک کرادی ہو .....''

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۷ر نومبر ۱۹۸۶ء ''قوانینِ شریعت کی تدوین اور تنفیذ'' صہ ۳)

حتّٰی کہ مذہب جو جذبۂ حُبّ الوطنی کا علمبردار تھا کا بھی ناجائز استعمال کیا گیا۔

''زیادہ افسوس اِس بات کا ہے کہ مذہبی آزادانہ وجمہوری اقدار کی روشنی میں سیاست کا جو محور ودائرہ کار انفرادی واجتماعی سطح پر کار فرما ہونا چاہیئے تھا اس کی بجائے ذاتی اغراض ومنفعت، حصولِ اقتدار، حصولِ جاہ وحشم اور عظمت ورتبہ سیاست کا مرکز، معیار ومحور ٹھہرے ..... مذہب آج بھی ہماری قومی سیاست کا بڑا مضبوط پہلو ہے۔ قوم کے افراد متعدد بار مذہب کے نام پر دھوکہ کھانے کے باوجود از سرِ نو دھوکہ کھانے کے لئے تیار رہتے ہیں ..... بلکہ یہ بات زیادہ اغلب ہے کہ آنے والی نسل ماضی کے جائزہ کے بعد مذہب سے اَور دُور ہو جائے ..... اِس سلسلے میں اب مذہب بنیادی کردار ادا کرنے سے قاصر ہے اِس لئے کہ ہمیشہ مذہب کی آڑ میں سادہ لوح عوام کو دھوکا دیا جاتا رہا ہے یہ اَور بات ہے کہ ہم مختلف عناصر کے دباؤ، خوف، سیاست اور مصلحتوں کے پیشِ نظر مذہب کو ہی اپنا آلۂ کار بناتے رہیں لیکن عوام کو ان بنیادوں پر مستقل بیوقوف بنانا ممکن نہیں۔''

(روزنامہ جنگ لاہور ۳ر دسمبر ۱۹۸۶ء صہ ۳)

''ہمارے علماء کرام کی ان سرگرمیوں کے باعث ملک کی مذہبی فضا آئے دن مکدّر رہتی رہتی ہے جس کا ثبوت بادشاہی مسجد لاہور میں ایک ہی فقہ کے پیروکار دو فرقوں کے مابین مذہبی تصادم کا حالیہ افسوسناک سانحہ رونما ہونا ہے۔ علماء کرام کے اِس طرزِ عمل کا مظاہرہ بیرونِ ملک بھی اکثر وبیشتر دیکھنے میں آتا ہے اور باہمی مذہبی تفرقہ بازی ومنافرت کے باعث وہاں کی مساجد بھی محفوظ نہیں وہاں بھی غیر مسلم انتظامیہ کو مساجد میں تالے ڈالنے کی جرأت ہوتی ہے۔ اخبارات میں اِس نوعیت کی خبروں سے غیر مسلموں کی نظر میں اسلام اور پاکستان کی رسوائی ہوتی ہے اور یہ بات خود اسلام اور پاکستان کا درد رکھنے والے مسلمان کے لئے انتہائی دکھ وشرم کا باعث ہے لیکن افسوس کہ ہمارے ان علماء کرام کو

اپنی ذمہ داریوں اور مقام و مرتبہ کا احساس نہیں اور وہ عوام کو انہی خلافِ اسلام و بے مقصد باتوں میں اُلجھا کر ملک و ملّت کو روحانی و اخلاقی اعتبار سے کمزور کر رہے ہیں ....
ہمارا ملک پاکستان جو کہ اسلام کے نام پر اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے لاکھوں مردوں، خواتین اور معصوم بچّوں کی قربانی دے کر حاصل کیا گیا تھا علماء کرام کی باہمی نااتفاقی و فرقہ وارانہ سرگرمیوں کے باعث آج تک اسلامی نظام کی برکات سے محروم ہے۔"

(ہفت روزہ المنبر فیصل آباد ۲۸ ستمبر تا ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۶ء)

مندرجہ بالا تمام تحریرات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ ہر طبقہ خواہ وہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی انانیّت، خود غرضی، مطلب پرستی، لُوٹ مار، رشوت ستانی، حرام خوری، فریب دہی اور حصولِ جاہ و منفعت کے دامِ تزویر کا شکار ہے نہ اسلام سے غرض ہے نہ پاکستان سے۔ اور یہ جسارت اس حد تک بڑھی کہ اپنے وجود سے اسلام اور پاکستان کو وابستہ کر دیا گیا۔ ملک و ملّت کو ہر لحاظ سے تہی دست کر دینا اور تعصب و منافرت کی فضا پیدا کرنا کیا یہ جذبۂ حُبّ الوطنی ہے۔ اور اے پاک خطۂ ارض! بتا کیا یہی ہے وفاؤں کا صِلہ!
وطن کی محبّت کا جذبہ تو ایمان کی مضبوطی سے پیدا ہوتا ہے اور یہی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس قول کی حقیقت ہے کہ "حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ"۔ اور سیرتِ نبویؐ کے مطابق یہ جذبہ اس وقت سوا ہوتا ہے جب اس کی محرومی کا احساس ہو اور یہ جذبہ تب صادق ہوتا ہے جب مظلومیت اور غصب شدہ حقوق کے باوجود دلوں میں جوش مارے اور سر کٹانے کی تڑپ پیدا کرے۔

اے ظفر اللہ اور عبد السلام! تم پر سلام کہ تمہاری وجہ سے پاکستان کا سر فخر سے بلند ہُوا۔
اے اختر حسین، عبد العلی اور افتخار جنجوعہ تم سب پر سلام کہ حدودِ وطن کی حفاظت و پاسبانی میں محاذِ جنگ تمہاری بسالت کے ترانے گاتے ہیں۔

اور اے پاک سرزمین ہر طرف سے مایوسی کی پکار پر دلگیر مت ہو کہ تیرے پہلو میں ابھی ایسے سرفروش مخلص جیالے موجود ہیں جو تیری رعنائیوں سے محروم رکھے جانے کے باوجود اپنے پیارے امام کی اِس تڑپ کو زندہ حقیقت بنا دیں گے:

"ہم بہرحال اِس وطن کے لئے ہر خطرے میں انشاء اللہ سب سے آگے کھڑے ہوں گے۔ ہر وہ تیر جو اِس وطن کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کے لئے۔"

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعت احمدیہ

جائزہ لیں! ہم نے اس سال میں کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۸۶ء بمقام لندن

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ الجاثیہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی:-

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ٥

فرمایا کہ اس آیت میں مادی فلسفہ حیات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ مادہ پرست قومیں خواہ وہ مشرق سے تعلق رکھتی ہوں یا مغرب سے قدرِ مشترک یہی فلسفۂ حیات رکھتی ہیں کہ زندگی کا مقصد سوائے عیش و عشرت کے کچھ نہیں۔

فرمایا: ایک سال ختم ہونے لگا ہے اور ایک نئے سال کا آغاز ہونے لگا ہے۔ اس خاص وقت کا اس مضمون سے بھی ایک تعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ سال کے آخر پر انسان یہ سوچتا ہے کہ میری عمر کا ایک معیّن حصہ ختم ہو رہا ہے اور اسی قسم کا ایک معیّن حصہ سامنے کھڑا ہے اور اگر ہم اس حصّہ میں قدم رکھیں گے تو کیا ہوگا؟ ہمیں یہ سال ختم کس طرح کرنا چاہیئے اور آئندہ زندگی کا آغاز کیسے کرنا چاہیئے۔

ہر نظام کا سال مختلف ہے اور اس کی سوچ ایک محدود دائرے سے تعلق رکھتی ہے لیکن یہ سال جو دسمبر میں ختم ہوتا اور جنوری سے شروع ہوتا ہے سب انسانوں کے لئے مشترک ہے اس لحاظ سے ایک مشترک انسانی ردِّ عمل پیدا ہوتا ہے۔ جہاں تک مادہ پرست قوموں کا تعلق ہے ان کی توجہ کا جو مرکز بنتا ہے اس کا ذکر اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ خدا کوئی نہیں۔ دُنیا کی زندگی سوائے

عیش و عشرت کے اور کچھ نہیں اِس لئے ان کی تمام تر توجہات زندگی کی لذتوں کے حصول کی طرف ہو جاتی ہیں اور ان کا سال اسی مرکزی نقطے پر آکر ختم ہوتا ہے کہ شرابیں جو ہم پہلے نہیں پی سکے وہ اب پی جائیں جو عیش و عشرت پہلے نہیں کر سکے تھے وہ اب کر جائیں۔ سال ختم ہو رہا ہے اس سال کو ہم شرابوں میں غرق کر دیں اور ڈبو دیں۔

فرمایا: سوال یہ ہے کہ اِس موقع پر ایک احمدی کو کیا سوچنا چاہیئے اور اس کو یہ آخری دن کیسے گذارنے چاہئیں کیونکہ ہمارا فلسفۂ حیات تو ان لوگوں سے بالکل مختلف ہے اِس لئے سال کا آخری حصّہ ہمیں کس طرح صَرف کرنا چاہیئے اور نئے سال کا آغاز کیسے کرنا چاہیئے؟

دسمبر کا مہینہ جماعتِ احمدیہ کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس اہمیت کو اللہ تعالیٰ نے از خود ہم پر اس طرح روشن کر دیا ہے کہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی راہنمائی فرمائی کہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر تین تاریخوں میں سالانہ مذہبی اجتماع کیا کریں چنانچہ ان دنوں میں ساری جماعتِ احمدیہ کی توجہ روحانی اور دینی اور علمی امور کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ ایک عجیب روحانی ماحول ہوتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری جماعت ایک مقتدر اور مدبّر خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس کی زندگی کا ایک خاص مقصد ہے اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے اس کا قیام کیا گیا ہے اور دُنیا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا اس کا مقصد نہیں اِس لئے ہمیں سال کے آخر میں اور نئے سال کے آغاز میں اِس امر کا جائزہ لینا چاہیئے کہ ہم نے اپنے مقصد کی کس حد تک پیروی کی۔ کس حد تک اس سال میں اس کی پیروی سے غافل رہے؟ کونسے موجبات ہیں جو ہمیں پیروی سے غافل رکھنے میں عمل پیرا ہیں۔ کونسے ایسے محرکات ہیں جن کے نتیجے میں ہم پہلے سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ یہ جائزہ ہونا چاہیئے۔

فرمایا: یہ جائزے انفرادی بھی ہونے چاہئیں اور اجتماعی بھی ہونے چاہئیں۔ جہاں تک اجتماعی جائزوں کا تعلق ہے آج سے لے کر سال کے آخر تک ساری دُنیا میں مجالس عاملہ اِس موضوع پر بیٹھیں کہ ہم نے اِس سال میں کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟ ہم سے کیا ایسی غلطیاں ہوئیں جو وہ قومیں کیا کرتی ہیں جن کا قدم موت کی طرف روانہ ہو۔ کون سے ہم نے ایسے کام کئے جو زندہ قوموں کے اسلوب ہُوا کرتے ہیں اور کس طرح ان غلطیوں سے بچنا چاہیئے اور کس طرح اُن اچھی باتوں کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ جماعت کی کُل تعداد کا جائزہ لینا، جو تحریکات خلفاء نے کی ہیں جو اس وقت واجب العمل ہیں ان کا جائزہ لینا کہ ان سے کس حد تک استفادہ ہُوا اور ان کو کس حد تک ہم نے فراموش کر دیا اور اس حوالہ سے آئندہ نئے سال کا ایک معیّن پروگرام مرتب کرنا ہے۔

فرمایا: زندہ باشعور قوم کا سال کے آخر پر یہ ردِّ عمل ہوتا ہے اور سال کے آغاز پر اس پروگرام کو بڑی محنت اور توجہ اور دعا کے ساتھ رائج کرنا اور اس کو عمل کی دُنیا میں ڈھالنا بھی ایک زندہ اور باشعور قوم کا کام ہے۔

فرمایا: انفرادی طور پر ہر شخص کا محاسبہ الگ الگ ہوگا اور کئی ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے گذشتہ سال اپنے نئے سال کا آغاز کرتے ہوئے کوئی نیک ارادہ باندھا ہی نہیں ہوگا۔ یہ مادہ پرست قوموں کے پلیٹ فارم پر حرکت کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں تک اگر میری آواز پہنچے تو ان کو نئے سال کا آغاز کرنے سے پہلے اپنے اِس سال کا اس نقطہ نگاہ سے جائزہ لینا چاہیئے کہ سارا سال کونسی ایسی بدیاں تھیں جن سے ہم غافل رہے اور کونسی ایسی نیکیاں ہیں جنہیں وہ اختیار کر سکتے تھے لیکن نہیں کیا۔ نظامِ جماعت میں ان کا کیا مقام ہے۔ خدمت کے کون سے مواقع تھے جو انہوں نے ضائع کئے ہیں۔ کس حد تک وہ تحریکات پر عمل کرتے ہیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کس حد تک اُن کا وجود جماعت کے لئے مفید اور غیروں کے لئے مفید ہے۔ کس حد تک وہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں کامیاب رہے ہیں یا اپنی اولاد کو خدا کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

فرمایا: یہ جائزہ الگ الگ ہوگا لیکن جس امر کی طرف مَیں متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ سب کے لئے مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ کس حد تک ہم نے اپنے وقت کو ضائع کیا اور کس حد تک ہم نے اپنے وقت کی بالارادہ قیمت وصول کرنے کی کوشش کی۔ اگر اِس سوال کو ہر کوئی اپنے نفس سے پوچھے تو حیران ہوگا یہ جواب پاکر کہ مَیں نے اپنے وقت کی قیمت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی کبھی سوچا بھی نہیں کہ میرے وقت کی قیمت کیا ہے؟ اِس پہلو سے ایک بات سامنے آتی ہے کہ ہم اپنے پروفیشن سے بچے ہوئے وقت کو ضائع کر دیتے ہیں اور نیک مقاصد پر اس کو خرچ نہیں کرتے اِس لئے گذشتہ سال جو آپ نے بہت سا وقت ضائع کیا اور اپنی اگلی نسلوں کو بھی ایسی سمت میں دھکیلا ہے جہاں سے آپ ان کو بُلانا بھی چاہیں گے تو واپس نہیں لا سکیں گے اس کی بجائے آئندہ نئے سال میں ایک باشعور بالغ نظر قوم کے انداز میں اپنے وقت کا جائزہ لیں اور آئندہ کے لئے بہتر پروگرام بنائیں۔

حضور نے فرمایا وقت کے ضیاع کے لئے بڑی لعنت ٹیلیویژن ہے اور اس میں بہت زیادہ وقت ضائع ہو جاتا ہے اور اس میں ایسے پروگرام بھی آتے ہیں جن کا رجحان مادی فلسفۂ حیات کی طرف ہے کہ زندگی سوائے عیش و عشرت کے اَور کچھ نہیں۔ ٹی وی کی وجہ سے لوگ مطالعہ سے غافل ہو گئے ہیں اور بہت سے ایسے جرائم ہیں جو براہِ راست ٹی وی سے سیکھے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ

عبادتوں پر بھی بد اثرات پڑتے ہیں اور ٹی وی کی وجہ سے مذہبی مطالعہ اگلی نسلوں کے لئے بڑی ہی مشکل بات بن گئی ہے اس کے علاوہ مذہبی، تمدّنی نقصانات کا بھی حضور نے بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا۔

اور آخر پر جماعتِ احمدیہ کے افراد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

ہمیں اپنے سال کا مطالعہ اس پہلو سے کرنا چاہیئے کہ کس حد تک ہم وقت ضائع کر رہے ہیں اور اپنے ذہنوں کو بعض لوگوں کے غلام بناتے چلے جا رہے ہیں۔ کس حد تک ہم آزاد ہیں کس حد تک ہم یہ حیثیت رکھتے ہیں کہ اپنے بچّوں کا مصرف ان کو بتائیں اور ان کو اپنے وقت کا بہترین مصرف کرنے پر ذہنی طور پر آمادہ کریں۔ جتنا آپ ٹیلی ویژن کے معاملہ میں بے خوف ہوتے چلے جائیں گے اتنا زیادہ آپ کے اپنے وقت پر بھی اختیارات کم ہوتے چلے جائیں گے اپنی اولاد کے وقت پر بھی اختیارات کم ہوتے چلے جائیں گے اِس طرح اس چنگل میں پھنس جائے گی آپ کی اولاد کہ آپ کو کوئی اختیار نہیں ہوگا کہ اس کو واپس کھینچ کر لائیں۔ اِس پہلو سے اپنے گھروں میں جائزہ لیں۔

فرمایا: آپ اُس شخص کے غلام ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

انت الشیخ المسیح الذی لایضاع وقتہٗ

کہ تُو وہ بزرگ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

اِس لئے زیادہ سے زیادہ اعلیٰ مقاصد کی پیروی کے لئے وقت بچائیں تاکہ آپ کی آئندہ نسلیں آزاد نسلیں پیدا ہوں اور دن بدن مغربیت جو اپنے داموں کی اسیر ہوتی چلی جا رہی ہے جو اجتماعی غلاموں کے قبضے میں جا رہی ہے اس سے آپ آزاد رہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو الہامًا اللہ تعالےٰ نے یہ بھی خبر دی تھی کہ تیرے غلام آزاد رکھے جائیں گے۔ اِس لئے خصوصیّت کے ساتھ ہمیں اِس طرف توجہ کرنی چاہیئے اور جماعت کو ہر اُس دجّال کے چنگل سے آزاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جس میں رفتہ رفتہ غیر شعوری طور پر خود بخود ہماری نسلیں داخل ہوتی چلی جا رہی ہیں اور ان کی غلام بن رہی ہیں۔ کچھ تو لوگ دُنیا میں ایسے ہوں جو آزاد ہوں ہر طرح سے۔ سوائے خدا کے کسی کے سامنے سَر نہ جھکاتے ہوں۔ اور آپ نے چونکہ دُنیا کو آزاد کرانا ہے اِس لئے بہت ہی بڑی ذمّہ داری ہے۔ اِس لحاظ سے اپنے گذشتہ سال کا جائزہ لیں کہ آپ نے اور آپ کے بچّوں نے اپنے آپ کو آزاد رکھنے کی کس حد تک کوشش کی اور آئندہ کے لئے کیا پروگرام مرتّب کرنا ہے۔ زندگی کی جائز لذّتیں حاصل کریں لیکن اپنے وقت کو ضائع نہ ہونے دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہمارا یہ سال اِس طرح ختم ہو کہ گذرتا ہُوا وقت ہمیں یہ مبارکباد دے رہا ہو کہ تم نے اپنے ایک مبارک عہد کو خوب نبھایا

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲؍ جنوری ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہد، تعوذ اور سُورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سُورۃ الحشر کی مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی:-

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ
وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور وقت کی گردش کے اُدوار کا بڑی تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ جمعہ نئے سال کا پہلا جمعہ ہے جس میں ہم داخل ہو چکے ہیں۔ اس سے پہلے مغرب نے اپنی خوشیاں اپنے اِس نئے سال کے دَور سے اِس طرح وابستہ کیں کہ اِتنی شراب پی، اِتنا غیر ذمّہ داری کا ثبوت دیا کہ سارے مغربی ممالک میں پولیس کو کبھی اتنا مصروف نہیں ہونا پڑا جتنا اِس نئے سال کے آغاز میں ہونا پڑا ہے اور اظہار یہ ہے کہ نیا سال چڑھا ہے خوشیوں کا وقت ہے اِس لئے ان خوشیوں کا اظہار گناہ اور غیر ذمّہ داری کے ذریعہ کیا جائے اور کروڑوں روپیہ ڈالرز اور پونڈز کی شکل میں ایک دوسرے کو مبارکباد دینے پر خرچ ہؤا۔

فرمایا: سوال یہ ہے کہ کس چیز کی مبارکباد ہے۔ وقت کے پہیے کے گھومنے میں تو تمہارا ایک ذرّے کا بھی دخل نہیں۔ کیا واقعہ گزرا ہے جس کے نتیجہ میں انسان مبارکباد کا مستحق ہؤا ہے۔

فرمایا: اِس پہلو سے اِس رسم کا جائزہ لیا جائے تو بالکل بے معنی اور کھوکھلی رسم ہے لیکن مومن پر بھی یہ دَور آتا ہے مومن بھی اِس دَور کے ایک خاص مقام پر سے گذرتا ہے جہاں وقت کے لحاظ سے اُس نے ایک نشان لگا رکھا ہے۔ اس کے دل میں بھی خیال آتا ہے کہ مَیں بھی مبارکباد دوں وہ بھی خوشیوں کا اظہار کرتا ہے لیکن اگر وہ حقیقی طور پر عارف ہے تو اس خوشی کے اظہار کی اس کو قیمت دینی پڑے گی۔ بے قیمت اور بے مقصد اور بے وجہ اس کی خوشی کا اظہار اس پر پھبتا نہیں۔

فرمایا: مومن مبارکباد ان معنوں میں دے سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دُنیا کے حالات بدلنے کی جو اہم ذمّہ داری اُس پر ڈالی ہے اس میں کس حد تک کامیاب ہؤا ہے۔

میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ اے میرے بھائیو۔ بہنو۔ میرے بیوی بچو۔ میرے بڑو اور میرے چھوٹو۔ اے مسلمانو اور غیر مسلمو! میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ میں ایک نئے عزم کے ساتھ اس سال میں داخل ہو رہا ہوں کہ مجھ سے تم تک بھلائی پہلے سے زیادہ قوت اور شدت کے ساتھ پھوٹ کر پہنچے گی اور میں بالارادہ یہ کوشش کروں گا کہ میرا فیض نسبتاً زیادہ عام ہو۔ اس میں پہلے سے زیادہ قوت ہو اور اس میں کم تعصبات پائے جائیں۔ میں پہلے سے بڑھ کر کوشش کروں گا کہ سب سے بڑا فیض رساں وجود یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض جس طرح ہر خاص و عام کے لئے، ہر شرق و غرب میں بسنے والے کے لئے عام تھا۔ انسانوں کے لئے بھی تھا اور جانوروں کے لئے بھی تھا۔ جانداروں کیلئے بھی تھا اور بے جانوں کے لئے بھی تھا۔ اسی طرح میں بھی اپنے فیض کو ہر اس سمت میں آگے بڑھانے کی کوشش کروں گا جس سمت میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض موجیں مارتا ہوا بڑھتا رہا۔ یہ عہد لے کر جب ایک مومن وقت کے نئے دور میں داخل ہوتا ہے تو اس کا حق ہے کہ وہ دوسروں کو مبارکباد دے اور وہ مستحق ہے کہ اسے مبارکباد دی جائے کیونکہ اس کے اوپر قرآن کریم کی آیت وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کا بھی اطلاق ہوگا۔ خدا اور اس کی تقدیر اسے مخاطب کرکے کہے گی کہ تم نے میرے اس بندے کی متابعت کی ہے جس کے متعلق میرا یہ اعلان ہے کہ تیرا ہر آنے والا لمحہ تیرے ہر گزرے ہوئے لمحے سے بہتر ہوتا چلا جائے گا پس اس کی پیروی کے صدقے ہم تجھ سے بھی وعدہ کرتے ہیں کہ تیرا بھی ہر آنے والا لمحہ تیرے ہر گزرے ہوئے لمحے سے بہتر ہوتا چلا جائے گا۔

پس ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں پر بھروسہ کرتے ہوئے اور یہ امید رکھتے ہوئے کہ وہ میرے نیک ارادوں کو عمل میں ڈھالنے کی توفیق مجھے بخشے گا اور آپ کے نیک ارادوں کو عمل میں ڈھالنے کی آپ کو توفیق بخشے گا۔ میں ساری جماعت احمدیہ عالمگیر کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور تمام جماعت احمدیہ عالمگیر کی نمائندگی میں تمام بنی نوع انسان کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اس یقین دہانی کے ساتھ کہ ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ ہمارا فیض تم تک پہلے سے زیادہ سمتوں سے زیادہ بھرپور طور پر پہنچتا رہے۔ اللہ کرے ہمیں اس عہد کو نبھانے کی توفیق ملے اور ہمارا یہ سال اس طرح ختم ہو کہ گزرتا ہوا وقت ہمیں یہ مبارکباد دے رہا ہو کہ تم نے اپنے ایک مبارک عہد کو خوب نبھایا۔

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آیت موصوفہ کی پُر معارف تفسیر بیان کی اور بتایا کہ اس میں مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں اور اس آیت کا جماعت احمدیہ پر عجیب شان کے ساتھ اطلاق ہو

رہا ہے۔

قربانی جس میں جماعت کے قدم مشکلات کے دَور میں بھی پہلے سے زیادہ آگے بڑھے ہیں۔ اُن علاقوں میں جہاں حد سے زیادہ مصائب اور مشکلات ہیں پاکستان میں جماعتیں قربانی کے میدان میں آگے بڑھتی جارہی ہیں۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے وقفِ جدید کے سالِ نو کا اعلان فرمایا اور بتایا کہ وقفِ جدید میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ساری جماعت نے ہر پہلو اور ہر جہت سے غیر معمولی ترقی کی ہے۔ گزشتہ سال کی وصولی کے مقابلہ میں اِس سال تین لاکھ تراسی ہزار روپے اضافہ ہؤا ہے اور ایسے علاقے جہاں پر جماعتِ احمدیہ کو خاص طور پر مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے وہاں اس میں زیادہ اضافہ ہؤا ہے۔ اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے کوئٹہ اور ساہیوال کی جماعتوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا اور تمام جماعتوں کو دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا حق ہے کہ ان کے لئے خوب دعائیں کرو۔ یہ خدا کے وہ بندے ہیں جن کو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دُنیا کا کوئی سردار تیار نہیں کرسکتا تھا انہوں نے اپنے اخلاق سے، اپنے اطوار سے، اپنی قربانیوں سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو یہ آقا نہیں جانتے۔ اُسی کے غلام ہیں۔ اُسی کے گھڑے ہوئے جوہر ہیں جو خدا کے فضل سے اَور زیادہ صیقل ہوتے چلے جارہے ہیں۔ پس اِس لحاظ سے جہاں میرے دل میں ان کے لئے دعا کی تحریک ہوئی مَیں باقی دُنیا کی جماعتوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنے پیارے مظلوم بھائیوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ بڑے بہادر جوان ہیں۔ خدا کی راہ کے شیر ہیں۔ اِنتہائی خوفناک مظالم کا شکار ہونے کے باوجود ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی بلکہ ان کا عزم اَور زیادہ بلند ہؤا ہے۔ اَور زیادہ مستقل مزاجی کے ساتھ یہ خدا کی راہ میں قربانی کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں اِس لئے آپ جو نسبتاً آسان زندگی گزار رہے ہیں یعنی بیرونِ ملک میں بسنے والے۔ آپ پر فرض ہے کہ ان کو خاص طور پر اپنی محبت بھری دعاؤں میں یاد رکھیں۔

باقی دُنیا کی جماعتوں کا بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا اور بتایا کہ کوئی جماعت بھی چندہ کے میدان میں پیچھے نہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے وقفِ جدید کی برکات کا تفصیل سے ذکر کیا اور آخر پر فرمایا کہ جماعتِ احمدیہ عالمگیر اگر اس طرح اپنے خدا کے حضور قربانیاں پیش کرتی رہے کہ خدا کے قلبِ صافی پر جماعت کی قربانیوں کے حسین نقش جمتے رہیں اور جس طرح اِس اندھیرے میں ہونے والے جھاکوں کا مزہ آسمان پر خدا

اُٹھا رہا تھا۔ اس طرح ہمارے سب کے دلوں میں گزرنے والے جذبات کا مزہ آسمان پر عرش کا خدا اُٹھانے لگے اور کہے کہ اے میرے بندو! میری تم پر تحسین اور پیار کی نظر ہے جو کچھ تم دے رہے ہو میں سب قبول کرتا ہوں۔

انقلاب تو بہت بڑا آنے والا ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کے لئے چُنا ہے

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ جنوری ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آیت

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔

کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں وقت کے مضمون پر گہری روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ امور جن میں اللہ تعالیٰ کے صاحبِ عقل و فہم بندوں کے لئے نشانات ہیں ان میں سے ایک یہ امر بیان کیا گیا واختلاف الّیل والنّھار رات اور دن کے بدلنے میں فرمایا:

اختلاف کا لفظ دوسرے معنوں کے علاوہ رات اور دن کے اندر جو اختلافی حالتیں پائی جاتی ہیں ان کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ رات کے اندر اندرونی طور پر بھی اختلافات ہو رہے ہیں اور دن کے اندر بھی اندرونی طور پر اختلافات ہو رہے ہیں اور یہ ایک بالکل الگ مضمون ہے جس میں صاحبِ فہم قوموں کے لئے اگر وہ غور کریں تو بڑے نشانات ہیں۔ اس میں دن اور رات کے چھوٹے اور بڑے ہونے کا مضمون بھی ہے۔ وقت کو انسان اِن دو ہی پیمانوں سے ناپتا ہے دن کے رات ہونے سے اس کو وقت کا احساس ہوتا ہے یا اس کی تبدیلی کا احساس ہوتا ہے۔ رات کے دن ہونے کے نتیجہ میں اس کو وقت کی تبدیلی کا احساس ہوتا ہے اور پھر دَورانی طور پر وقت کا ہر پیمانہ بدل رہا ہوتا ہے کبھی رات چھوٹی ہو رہی ہے تو چھوٹی ہوتی چلی جا رہی ہے، کبھی دن چھوٹا ہوتا ہے تو ہوتا چلا جا رہا ہے اور بہت ہی کم ایسی جگہیں ہیں جہاں دن اور رات حسابی طور پر برابر قرار دئے جا سکیں۔

فرمایا: ہمارا وقت دن اور رات کی حیثیت سے بھی گھوم رہا ہے اور سال کی حیثیت سے بھی گھوم رہا ہے اس میں اولی الالباب کے لئے بہت سے نشانات ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں

غور کرتے رہنا چاہیئے کہ اس کا فلسفہ کیا ہے اور قرآن کریم کے اشاروں کے ذریعہ ہم وقت کو کیسے سمجھیں جو اس موقع پر ہمارے لئے واضح فرماتے ہیں۔ حضور نے پہیے کی مثال دی جس پر بچہ گھومتا ہے اور جتنا پہیہ تیز ہوتا جاتا ہے بچہ اتنا ہی EXCITE ہوتا ہے اور پہیہ جتنا سُست ہوتا ہے اتنا ہی بچہ بور ہوتا چلا جاتا ہے۔

فرمایا: ہماری زمین کی حرکت پہیے کی طرح ہے اور اس زمین کی حرکت میں اور اس بچہ کے پہیے کی حرکت میں کیا فرق ہے۔ اِن پر اگر غور کریں تو وقت کے متعلق نئے نئے مضامین سامنے آتے چلے جائیں گے۔

فرمایا: بچے کی EXCITEMENT کا تعلق پہیے کی تیز رفتاری سے ہے اور زمین اس پہیے سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ گھوم رہی ہے اور پہیے کی طرح بعینہٖ بظاہر وہاں ہی نکل آتے ہیں جہاں سے چلے تھے اور اس کے باوجود اس کی وجہ سے کوئی EXCITEMENT نہیں۔ حرکت کا احساس نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اگر آپ متوجہ ہوں اور وقت کو زیادہ سمجھیں تو پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے لئے خدا نے ہیجان کے کیا پیمانے رکھے ہیں۔ ایک بات تو قطعی ہے کہ یہ دَورانی سفر اگر ہیجان کے بغیر ہوں تو بے معنیٰ اور بور زندگی بن جاتی ہے چونکہ ہمیں رفتار کا احساس نہیں ہو رہا جو بچے کو پہیے پر بیٹھ کے ہوتا ہے اِس لئے ہمارے نزدیک زمین کھڑی ہے۔

فرمایا: حرکت کا احساس کیسے ہو اس پر اگر ہم غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بچے کی کھیل کا پہیہ تو بعینہٖ وہیں نکلتا ہے جہاں سے وہ چلتا ہے لیکن زمین کا پہیہ وہاں نہیں نکل رہا بلکہ ہر حالت میں اسکے اندر اس کثرت سے تبدیلی ہو رہی ہے کہ جب وہ ایک چکّر پورا کرتا ہے تو اس وقت کی زمین اور اس کا نقشہ بدل چکا ہوتا ہے زمین میں ہر وقت تبدیلی ہو رہی ہے بلکہ اربہا ارب تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ جتنا زیادہ انسان کو ان تبدیلیوں میں دخل ہو اتنا زیادہ انسان اپنے آپ کو ہیجان میں پاتا ہے جتنا زیادہ یہ تبدیلیاں انسان پر اثر انداز ہوں اتنا زیادہ انسان کے اندر ہیجان پیدا ہوتا ہے یا اس کا فقدان ہوتا ہے۔

فرمایا: اِس کے علاوہ ایک سال کی تبدیلی ہے جس کے نتیجہ میں اَور طرح بھی فرق پڑتا ہے۔ یعنی آج ہم جس مقام پر کھڑے ہیں اگر زمین کی تمام اندرونی حرکتیں بند ہو جائیں اور زمانہ ساکت اور منجمد ہو جائے پھر تبدیلیاں آجائیں گی۔ اگر آپ غور کریں تو وقت حرکت کا نام ہے اور سکون موت ہے سکون موت ہے اور حرکت وقت ہے اور حرکت ہی دراصل وہ چیز ہے جس سے ہیجان پیدا ہوتا ہے اگر حرکت کا

احساس ہو یا تبدیلیوں سے ہمارا تعلق پیدا ہو جائے تو یہی وہ چیزیں ہیں جو وقت کے گذرنے کا احساس پیدا کر کے لذّت پیدا کرتی ہیں ان کے فقدان کا نام موت ہے۔

فرمایا: سوال یہ ہے اِس وقت کے مضمون کے پیشِ نظر ہمارے لئے کیا نشانات ہیں۔ فرمایا آیت کا آخری حصّہ اس مضمون کی طرف انگلی اُٹھا رہا ہے۔ اِس غور کا خلاصہ مومن یہ نکالتے ہیں کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اے خدا تُو نے اِس سارے نظامِ کائنات کو باطل پیدا نہیں کیا اِس لئے اگر ہماری حرکت باطل کی طرف ہوگی تو چونکہ ہم مقصدِ کائنات کے خلاف حرکت کر رہے ہوں گے اِس لئے لازماً ہم پکڑے جائیں گے اِس لئے تُو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

وقت کا ہر لمحہ چونکہ حرکت کا نام ہے اور حرکت تبھی ہوگی اگر وہ بھرا جائے اگر وقت کا لمحہ خالی ہو اس کو کسی چیز سے نہ بھریں تو وقت ہی نہیں۔ تو ایک بات اِس آیت پر غور کرنے سے ہمارے سامنے یہ آئی کہ ہمارے وقت کا پیمانہ ہمارے اعمال ہیں جتنا ہم تیز رفتاری کے ساتھ اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کر رہے ہیں یا زمانے کو بدل رہے ہیں اُتنی تیز رفتاری سے ہمارا وقت گھوم رہا ہے اِس پہلو سے غور سے پتہ چلے گا کہ ہم میں سے ایک بڑی تعداد وقت کا بھاری حصّہ ان معنوں میں ضائع کر دیتی ہے کہ وقت بنتا ہی نہیں۔ اگر ہم فعّال نہ رہیں تو ہمارا وقت ضائع ہو گیا بلکہ وہ وقت ہے ہی نہیں۔

قرآن کریم کی آیت لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ کو پیش کر کے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راتیں ہیں جن کی قدر تھی۔ اللہ تعالےٰ جن راتوں کی قدر کرتا تھا۔ چونکہ راتوں کا ایک ایک لمحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا اِس لئے ان کی قدر خدا کے نزدیک بڑھ گئی کہ ایک ایک رات دوسروں کی تیس ہزار راتوں کے برابر تھی۔ ہم جس کے غلام ہیں اس کے وقت کا پیمانہ بتا دیا گیا اور ہمیں متوجہ کیا گیا کہ تم بھی اپنے وقت کو بھرنے کی کوشش کرو جتنے لمحے تمہارے بھرپور ہوتے چلے جائیں گے اتنا تیز رفتاری سے تمہارا وقت گذرے گا اور تمہارے غیروں کے مقابل تمہارے وقت کی قیمت خدا کے نزدیک اسی پیمانے کے مطابق جانچی جانی چاہیئے۔ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت اگر دوسرے سے ایک اور تیس ہزار کی نسبت رکھتا تھا تو آپؐ کے غلاموں کا وقت بھی دوسرے انبیاء کے غلاموں سے مقابلتہً اتنا ہی زیادہ کارآمد اور مصروف ہونا چاہیئے حرکت کے لحاظ سے بھی اور معنوں کے لحاظ سے بھی۔

فرمایا: جماعتِ احمدیہ کو اپنے وقت کی قیمت کا احساس اِن پیمانوں سے کرنا چاہیئے۔ ہمارے سپرد جو کام ہیں وہ اتنے زیادہ ہیں اگر آپ جائزہ لیں کہ انگلستان کی حالت تبدیل کرنے کے لئے

ہمیں کتنے سال چاہئیں۔ تو اگر کوئی باشعور اور دین کی محبت رکھنے والا انسان ہو تو اس کو اپنی صحت کی فکر کرنی چاہیئے۔ ساری دُنیا کو خدا کے قریب کرنا اتنا بھاری کام ہے جہاں تک ہماری استعداد کا تعلق ہے بالکل ناممکن نظر آتا ہے لیکن جہاں تک وقت کے اُس پیمانے کا تعلق ہے جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھا ہے اور اس پیمانے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح استعمال فرمایا تھا اس بات کی طرف جب قرآن کریم ہمیں متوجہ کرتا ہے تو ناممکن بات ممکن ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے واقعاتی تجزیہ اور جماعت کی آئندہ ذمہ داریوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا جس میں قرآن کریم کی اشاعت اور دعوت اِلی اللہ کی اہم ذمہ داریاں شامل ہیں۔

فرمایا: انقلاب تو بہت بڑا آنے والا ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کے لئے چُنا ہے مگر انقلاب تب آئے گا جب آپ کا وقت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے گا قدم بقدم اس آقا کے پیچھے آپ کا وقت غلاموں کی طرح پیروی کرے گا تب یہ انقلاب ضرور آئے گا دُنیا میں۔ اتنا بھرپور پھل ملے گا پھر آپ کو کہ آپ واقعتہً جس طرح کہتے ہیں کہ سنبھالا نہیں جاتا اس طرح کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ آپ کے وقت کو مثمر ثمراتِ حسنہ فرمائے گا۔ بہترین شیریں دائمی پھل اس کو لگنے شروع ہو جائیں گے اور کتنی شاخیں ہیں جن کا وقت اس طرح مثمر ہو چکا ہے کتنی ایسی شاخیں ہیں جو صرف موت کی حالت میں موت ہی کا اِنتظار کر رہی ہیں۔ کوئی بھی مقصد نہیں اس پہلو سے چونکہ سال کا آغاز ہے میں ساری دُنیا کی جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وقت کے مضمون پر غور کریں اور قرآن کریم کی اصطلاحوں میں غور کریں اور امراء اور مربیان بھرپور کوشش کریں کہ خود ان کا وقت بھرپور ہو اور ساری جماعت کا وقت بھرپور ہو اور باطل کی سمت میں حرکت کرنے والا نہ ہو بلکہ حق کی سمت میں حرکت کرنے والا ہو۔ کام مشکل ضرور ہے مگر توجہ ہو، محنت ہو، دعائیں ہوں تو دن بدن اللہ تعالےٰ کے فضل سے آئندہ آنے والا وقت ہمارے گذشتہ وقت سے بہتر ہوتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا ہر پہلو پیار اور عشق کے ساتھ آپ کو اپنی طرف بُلا رہا ہے

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ جنوری ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پاکستان کے دردناک حالات

کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا کہ پاکستان میں ایک گروہ دوسرے گروہ پر اتنے شدید مظالم کر رہا ہے کہ اُن کے تصوّر سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ علماء اِن کاموں کے لئے تو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں لیکن نیکی کے کام جو مذہب کے مقاصد ہیں ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے بشر قرار دیا ہے۔ اِس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان بیان کی گئی ہے اور انسان کو بتایا گیا ہے کہ تم میں خدا تعالیٰ نے اتنی صلاحیتیں رکھی ہیں کہ تم بھی نیکی کے ہر میدان میں ترقی کر سکتے ہو۔

فرمایا: بشر کی حیثیت سے اتنا عظیم الشّان پیغام دیا ہے کہ کبھی کسی نبی نے اِس شان کا پیغام نہیں دیا کہ بشریّت کے ہر میدان میں مَیں نے قدم بڑھایا اور اِس کے ہر پہلو کو نور کا میدان بنا دیا اِس لئے تم بھی اگر میری پَیروی کرو گے تو تمہاری بشریّت بھی مسلسل نور میں تبدیل ہوتی چلی جائے گی۔

احباب جماعت کو مخاطب کر کے حضور نے فرمایا: میرا آپ کو یہی پیغام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قرآن کریم سے سمجھیں اور اسے اس طرح سمجھیں کہ وہ آپ کو پیغام دے رہی ہے، آپ کو اپنی طرف بُلا رہی ہے۔ اِس طرح نہ سمجھیں جیسے بعض عظمتیں اپنی طرف بڑھنے سے روک رہی ہوتی ہیں جیسا کہ ہمالہ کی چوٹی بڑی پُر عظمت ہے لیکن اُس تک جانے کے لئے بڑی خوفناک صورتیں حائل ہیں جو اپنی طرف آنے سے روکتی ہیں اور بڑا پُرہیبت نظارہ پیش کرتی ہیں۔

فرمایا: عظمتوں کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں بعض اپنے ساتھ خوف کا پہلو رکھتی ہیں۔ آگے قدم بڑھانے سے روکتی ہیں۔ بعض عظمتیں اِن کے برعکس ہمیشہ پیچھے چلے آنے کے اشارے کرتی ہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کا ہر پہلو پیار اور عشق کے ساتھ آپ کو اپنی طرف بُلا رہا ہے۔ اشارے کر رہا ہے۔ آپ کے لئے رستے آسان کر رہا ہے۔ فرماتا ہے میرے پیچھے چلو تو خدا نے وعدہ کیا ہے کہ تمہارے لئے رستے آسان کر دوں گا۔ اس شان کی عظمت جس کے ساتھ عشق اور محبّت اِس طرح گوندھے جائیں کہ عظمت اور محبّت اور عشق ایک ہی چیز کے نام بن جائیں اِس حیثیت سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کریں اور آپؐ کے پیچھے چلنے کے لئے ہر میدان میں کوشش کریں۔

فرمایا: یہ سال ہمارے لئے بہت ہی اہمیّت کا سال ہے۔ گذشتہ سال بھی اہمیت کا سال تھا اور سال کے اختتام پر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ جماعت کی ترقی کے اتنے نئے رستے کھولے ہیں کہ جب وقت آئے گا تو بتاؤں گا تو اُس وقت آپ کا دل خدا تعالیٰ کی حمد سے سجدہ ریز ہو جائے گا

ویسے تو مومن کا دل ہمیشہ ہی سجدہ ریز ہونا چاہیئے مگر بعض اوقات غیر معمولی طور پر اللہ تعالیٰ کی عظمت قائم ہوتی ہے اور بے ساختہ انسان سارے وجود کے ساتھ سجدے میں گر جاتا ہے۔

فرمایا: تو گذشتہ سال ایسی برکتیں لے کر آیا تھا اور ہمارے لئے اپنے پیچھے اتنی برکتیں چھوڑ گیا ہے کہ اُن کا ذکر بہت وسیع ہے۔ اُن کا ذکر اس وقت نہیں چھیڑنا چاہتا لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کی پیروی کریں یہ تو ایک لامتناہی سفر ہے۔ آپ کا اگلا سال آپ کو اس سے بلند تر چوٹی کی طرف لے جائے گا۔ آپ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ وہ سفر ختم ہو گیا اور آپ برکتوں کی انتہاء تک پہنچ گئے۔ اتنی بلندی تک پہنچیں گے کہ پچھلا سال اس کے مقابل پر کاہ اور پستی دکھائی دے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اگر آپ اگلے سال اس سے بھی زیادہ شدت اور پیار کے ساتھ کریں گے تو اس سال جو کچھ بھی آپ نے پایا ہوگا وہ آئندہ سال کے حصول کے مقابل پر بالکل بے معنی دکھائی دینے لگے گا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسین اور دلربا اور حقیقی واقعاتی سُنّت پر ہر پہلو سے پہلے سے بڑھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر پر حضور نے فرمایا: صدر لجنہ اماء اللہ نے کچھ سال پہلے لجنہ کے دفاتر کی تعمیر نَو کے لئے اجازت لی تھی اور ایک وسیع ہال بنانے کی اجازت لی تھی۔ پُرانی عمارت اتنی بوسیدہ ہو چکی تھی کہ بعض دفعہ چھت سے اینٹیں ٹوٹ کر گرتی تھیں اور جلسہ سالانہ کے دنوں میں جب مہمان خواتین کو ٹھہرایا کرتے تھے تو قناتیں لگا کر بعض خطرناک حصّوں کو الگ کر دیا جاتا تھا تاکہ وہاں پر کوئی بچہ اور عورت نہ پہنچے بالآخر انجنیئرز نے مشورہ دیا کہ یہ عمارت آگے چلائے جانے کے قابل نہیں۔ چنانچہ ۲ دو حصّوں میں ان کی عمارت کی تعمیرِ نَو کا پروگرام بنا ایک دفتر اور ایک ہال۔ دفتر تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو گیا ہے اور اس پر جو دس لاکھ کی رقم خرچ آئی ہے اس میں سے دس لاکھ مَیں نے قرضہ دلوایا تھا چار لاکھ لجنہ اپنی روزمرّہ کی بچت میں سے واپس دے چکی ہے چھ لاکھ کا قرضہ لجنہ پر ہے۔ اس کے علاوہ ہال کے لئے اس کو بیس لاکھ چاہیئے اگر یہ بیس لاکھ قرض اُن کو دیا جائے تو چھبیس لاکھ کی رقم ہے جو انہوں نے دو سال میں واپس کرنی ہے کیونکہ صد سالہ جوبلی میں دو سال رہ گئے ہیں۔ اس لئے مَیں نے سوچا ہے کہ اُن کی طرف سے عالمی لجنات کو تحریک کی جائے کہ حسب توفیق جتنا بھی وہ بوجھ اُٹھا سکتی ہیں وہ اِس چندے میں حصّہ لیں۔ گذشتہ دو سال میں جماعت میں بار بار ایسی تحریکات کی گئیں کہ اس کے نتیجہ میں جماعت نے غیر معمولی قربانی دی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ جماعت کی جیبیں بھی

بھرتا چلا جاتا ہے اور استعداد بھی بڑھتا چلا جاتا ہے لیکن جہاں تک ظاہری فوری طور پر جائزے کا تعلق ہے میرا خیال ہے کہ خواتین پر اِس وقت اِن حالات میں اِتنا بڑا بوجھ ڈالنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ پچھلی تحریکات میں مالی قربانی میں عورتوں نے خصوصیت کے ساتھ اِتنا بھرپور حصّہ لیا ہے کہ فوری طور پر اِتنی بڑی تحریک کر دینا کہ خواتین خود اپنی طاقت سے یہ بوجھ اُٹھائیں یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ تو ایک وجہ یہ ہے جس کے باعث مَیں چاہتا ہوں کہ مرد بھی ان کے ہال کے لئے چندے دے کر اِس قربانی میں شامل ہوں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خواتین تو ہر تحریک میں حصّہ لیتی ہیں خواہ مردوں کی ہو خواہ عورتوں کی۔ اور صرف خدام الاحمدیہ کی ایسی تحریک ہے جس میں وہ حصّہ نہیں لیتیں۔ لیکن دُنیا یہ کہتی ہے کہ دین نے عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اِس لئے ہمیں خاص طور پر یہ بھی دکھانا چاہیئے کہ عورتوں سے ہم نہ صرف یہ کہ برابری کا سلوک کرتے ہیں بلکہ ہم اُن کے خاص جذبات کے پیشِ نظر اُن کے اُن اُمور میں خدمت کے خواہاں ہیں جو خالصۃً لجنہ اماء اللہ کے ہیں۔

فرمایا: اس کے علاوہ مَیں نے سوچا کہ چونکہ مردوں پر بھی بہت بوجھ ہیں اِس لئے اِس موقع پر انجمنیں بھی کچھ نہ کچھ حصّہ لیں اور ذیلی تنظیمیں بھی کچھ نہ کچھ حصّہ لیں اِس لئے تعیّن تو مَیں نہیں کرتا لیکن صدر انجمن احمدیہ اپنے حالات کا جائزہ لے کر اگر کوئی تحفہ لجنہ کو پیش کرے اور تحریکِ جدید انجمن احمدیہ اور وقفِ جدید انجمن احمدیہ بھی کوئی تحفہ پیش کرے اور خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ بھی حسبِ توفیق دیں تو مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ہماری بہنوں کا بوجھ بہت حد تک ہلکا ہو جائے گا۔ یہ بوجھ ہلکا کرنے سے خواتین کی عظمت کا احساس بھی جماعت میں پیدا ہوگا اور بالعموم مرد اور عورت کی ویسے جو مقابلے کی دوڑ ہی ہے اس میں کمی آجائے گی۔ ایک دوسرے پر اعتماد بڑھے گا اور اچھی مثال قائم ہوگی تو اِس لئے مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے طور پر تحریک کریں لیکن بہت بوجھ نہ ڈالیں۔ خواتین کے معاملہ میں بہت احتیاط اِس لئے کر رہا ہوں کہ میرا یہ تجربہ ہے کہ جب اُن کو مخاطب کر کے کوئی تحریک کی جائے تو بالعموم وہ اپنی جان پر ظلم کے لئے بھی آمادہ ہو جاتی ہیں لیکن آواز پر ضرور لبّیک کہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی خاتون میں اتنا قربانی کا مادہ ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر اُن کی طاقت سے بڑھ کر تحریک کروں گا تو وہ اپنی جان توڑ دیں گی لیکن اس تحریک میں ضرور حصّہ لیں گی یہی وجہ تھی کہ مَیں اِس تحریک کو ٹالتا رہا۔ اب اِن شرائط کے ساتھ میرا دل رضامند ہوگیا ہے کہ مَیں اِس تحریک کو عام کروں۔ جس حد تک توفیق ہے عالمی لجنہ اس چندے میں حصّہ لے اور غیر معمولی طور پر

(باقی صـ۳۱ پر)

درسِ حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق باللہ کی کیفیات کے بعض پہلو

(محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم۔اے۔ایم لٹ (آکسن)

(۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ امّی وابی توحید کے کس مقام پر فائز تھے۔ آپؐ نے اپنی زندگی میں خدا کی توحید کو کس طرح قائم کیا۔ آپؐ کا اپنے ربِّ کریم سے کیا تعلق تھا۔ اس کی کیا کیفیات تھیں۔ کوئی عقل اور فہم اِن حقیقتوں کو نہیں پاسکتا ہاں کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے۔

آپؐ کی شان میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى[1]۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى[2]۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَ مَحْيَایَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ[3]۔

فرمایا: اِس سے بھی پہلے کہ ہم تجھ پر ظاہر ہوتے ہم نے تجھے اپنی محبت میں سرشار اور اپنی تلاش میں سرگرداں پایا۔ ہم نے اپنے لئے تیرے دل کی تڑپ اور اسی کی بے تابیوں، بیقراریوں کو دیکھا تو ہم نے اپنے قُرب کی راہیں تیرے پر کھول دیں تب تُو قُربِ الٰہی کی راہوں کو طے کرتا ہوا ہمارے قُرب کے اس مقام تک پہنچ گیا جس مقام تک کوئی اَور نہ پہنچ سکا اور تُو ہمارے قریب تر ہوگیا۔ پھر خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ مخلوقِ خدا کی طرف لَوٹا یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچا دیا اور بشریّت کے لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور محبّت سے پُورا حِصّہ لیا پس اب تُو لوگوں کو اطلاع دیدے کہ میری تو یہ حالت ہے کہ مَیں اپنے وجود سے بکلّی کھویا گیا ہوں اور میری تمام عبادتیں، میری تمام قربانیاں

---

[1] ضحیٰ آیت ۸ [2] نجم آیت ۹ [3] انعام آیت ۱۶۳

میری حیات اور میری موت، میری زندگی کا ہر لمحہ اور میری زندگی میں آنے والا ہر تغیر، میری بیداری کے لمحات بھی اور میری نیند کے لمحات بھی، وہ وقت بھی جب میں دین کے کاموں میں مشغول ہوتا ہوں اور وہ وقت بھی جب میں بظاہر دنیاوی کاموں میں مصروف ہوتا ہوں یہ سب کے سب خدا کے ہو گئے ہیں۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس قدر خدا میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپؐ کی زندگی کے تمام انفاس اور آپؐ کی موت محض خدا تعالیٰ کے لئے ہو گئی تھی۔ اور آپؐ کے وجود میں نفس اور مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا اور آپؐ کی روح خدا کے آستانہ پر ایسے اخلاص سے گری تھی کہ اس میں غیر کی ایک ذرہ آمیزش نہیں رہی تھی۔"[1]

۲

یہ ایک حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی، آپؐ کی زندگی میں ہونے والے تمام واقعات، آپؐ کی ہر حرکت، ہر بات، ہر ادا اللہ تعالیٰ کی توحید کامل کی آئینہ دار تھی۔ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس مضمون سے بھری پڑی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح آپؐ ہر وقت دعاؤں میں مشغول رہتے تھے۔ ابنِ ابی ہالہ فرماتے ہیں:-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الاحزان دائم الفکرۃ لیست لہٗ راحۃ۔[2]

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خدا کی یاد میں بیکل اور بیقرار رہتے۔ خدا کی رضا کے حصول کے لئے ہمیشہ فکرمند رہتے اور یہ غم ہمیشہ آپؐ کو لگا رہتا کہ خدا کی توحید دنیا میں قائم ہو جائے۔

جب دنیا سو رہی ہوتی تو آپؐ اپنے مولیٰ کی عبادت میں مصروف ہوتے اور اتنا لمبا قیام فرماتے کہ کھڑے کھڑے آپؐ کے پاؤں پر ورم ہو جاتے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ تو خدا کے حضور قرب کا انتہائی مقام رکھتے ہیں پھر عبادت میں ایسی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں تو

---

[1] ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اوّل صفحہ ۱۷۵، ۱۸۷ نیز "مرزا غلام احمد قادیانی" از میر داؤد احمد صاحب مرحوم صفحہ ۴۲۵۔　　[2] الشفاء مصری صفحہ ۸۵۔

فرمایا "کہ کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں"۔[1]

قرآن کریم کی تلاوت فرماتے رحمت کی آیات آتیں رُک جاتے اور خدا کی رحمت طلب کرتے عذاب کی آیات آتیں تو بھی رُک جاتے اور خدا سے اس کے عذاب کی پناہ مانگتے۔ سجدہ میں جاتے تو اکثر بیقرار ہو کر یہ دُعا کرتے اَللّٰھُمَّ سَجَدَ لَكَ رُوْحِيْ وَجَنَانِيْ۔ سَجَدَ لَكَ رُوْحِيْ وَجَنَانِيْ۔[2] اے میرے پروردگار میری پیشانی ہی نہیں میری رُوح اور میرا دل بھی تیرے حضور سجدہ ریز ہیں۔ رکوع میں جاتے تو دعا کرتے اَللّٰھُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَعِظَامِيْ وَمُخِّيْ وَعَصَبِيْ۔[3] اے میرے مولیٰ میں تیرے آگے جُھک گیا ہوں اور میں نے تیری کامل فرمانبرداری اختیار کی ہے۔ تجھ پر کامل ایمان لایا ہوں اور اپنا سب کچھ تیرے حوالے کر چکا ہوں۔ میرے کان، میری آنکھیں، میری ہڈیوں کا گودا، میرا دماغ، میرے اعصاب سب تیری خشیت سے لرزاں ہیں اور تیرے آستانہ پر جُھک گئے ہیں۔

کہتے ہیں "ہر کہ عارف تراست ترساں تر" اور آپ سے بڑھ کر کون عارف ہوگا اِس لئے خدا کی صفتِ غنٰی سے آپؐ تمام انسانوں سے بڑھ کر خائف تھے اور فرماتے تھے:۔

وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ[4]

میں اللہ کا رسول ہوں میں اپنی رسالت پر سب سے بڑھ کر ایمان لاتا ہوں لیکن میں اپنے بارہ میں بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

تیز ہوا چلتی یا طوفانی بارش آتی تو فکر مند ہو جاتے کہ پتہ نہیں خدا کی کیا مرضی ظاہر ہونے والی ہے۔ بیقرار ہو کر ٹہلتے۔ دعائیں کرتے، خدا کی رحمت طلب کرتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صرف بادل ہی تو ہیں گھبرانے کی کونسی بات ہے۔ آپؐ نے جواب دیا ثمود کی قوم پر اِسی طرح ہوا چلی تھی جس نے سب کچھ تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد آندھی دُور ہوئی اور ہلکی بارش برسنے لگی حضورؐ باہر تشریف لائے زبان پر بارش کا قطرہ لیا اور فرمایا یہ میرے ربّ کی تازہ نعمت ہے جو ہمیں ملی ہے۔

خدا کے نام کے لئے انتہائی غیرت رکھتے تھے فرمایا کرتے اگر خدا کا نام لے کر تم سے کوئی مانگے

---

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۃ الفتح
[2] نسائی کتاب الصلوٰۃ الدعاء فی السجود
[3] نسائی کتاب الصلوٰۃ الدعاء فی الرکوع
[4] بخاری کتاب الجنائز باب ۳

تو کبھی انکار نہ کر اور خدا کا واسطہ دے کر معافی چاہے تو ہمیشہ معاف کر دو۔[1] اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا لیکن ہمیشہ خدا کے لئے اور اس کی مرضی کے قیام کی خاطر انتہائی غیرت دکھائی۔ ایک موقع پر جب ایک اچھے خاندان کی عورت نے چوری کی اور بعض صحابہؓ نے یہ سفارش کی کہ اس کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں تو آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا اگر فاطمہ بنتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اُس کے بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

غرض خدا سے کامل محبت، خدا کی کامل اطاعت، خدا پر کامل توکل، خدا کے نام کے لئے بے مثل غیرت، اللہ سے وفا اور اخلاص باللہ کا ایسا نمونہ قائم کیا کہ اُس کی نظیر اوّلین اور آخرین میں نہیں ملتی اور نہ کبھی مل سکتی ہے۔ اِس لئے قرآن کریم نے فرمایا طٰہٰ نیز فرمایا یٰسٓ کہ اے کامل قوت والے جوانمرد تُو نے کمالِ ہمت، کمالِ اخلاص، کمالِ وفا کے ساتھ اپنی تمام قوتوں اور اپنے تمام جوارح کو کامل طور پر خدا کی مرضی کے تابع کر دیا پس تُو ہی اِس لائق ٹھہرا کہ اوّلین و آخرین میں خدا کی جناب سے سردار کا لقب پاوے۔

(۳)

• عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلَ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةَ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَ كَانَ يَخْلُوْا بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ..... اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَ الْحَقُّ۔

(بخاری باب کیف کان بدء الوحی)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وحی کا آغاز نیند میں رؤیا صالحہ سے ہؤا اور حضورؐ جب کبھی بھی کوئی خواب دیکھتے تھے وہ حرف بحرف پوری ہو جاتی اور جو کچھ آپؐ نے خواب میں دیکھا ہوتا وہ صبحِ روشن کی طرح ظاہر

---

[1] ابوداؤد

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

تبلیغ ۱۳۶۶ ہش

فروری ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

مدیران اعزازی

- ملک صلاح الدین صاحب بھارت
- مبارک احمد صاحب ساقی لندن
- کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

ناشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ

کتابت:۔ حمید الدین

فہرست

جلد نمبر ۲۸

شمارہ نمبر ۲

شرح چندہ

پاکستان		بیس روپے سالانہ
امریکہ، کینیڈا	بذریعہ ہوائی ڈاک	پندرہ ڈالر "
جزائر فجی	" بحری "	آٹھ " "
دیگر ممالک	" ہوائی "	چھ پونڈ "
	" بحری "	تین " "

قیمت فی پرچہ : ۲ روپے

ہو جاتا۔ آپ کا حال یہ تھا کہ آپ ہر قسم کے ظاہری اور باطنی گناہ سے بیزار اور مبرّا تھے اور آپ کی توجہ محض اپنے خالق کی طرف تھی اور آپ اُسی کے ہو گئے تھے لیکن رؤیا صادقہ کے شروع ہونے کے بعد تو آپ کو اللہ کے لئے خلوت اختیار کرنا اور خلوت میں اس کی عبادت کرنا اور بھی محبوب ہو گیا اور پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ آپ کئی دن کا زادِ سفر ساتھ لے جاتے اور غارِ حراء میں دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے جب آپ کا کھانا ختم ہو جاتا تو حضرت خدیجہؓ کے پاس گھر آتے مزید کئی دن کا کھانا ساتھ لیتے اور غارِ حرا عبادت کے لئے لوٹ جاتے۔ یہی ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ کے پاس حق یعنی قرآنی وحی آ گئی اور آپ خدا کی طرف سے مامور ہو کر اُس کے بندوں کی طرف لوٹے۔

• عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ..... لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ مَا قَعَدْتُّ خَلْفَ سَرِیَّةٍ وَلَوَدِدْتُّ اَنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ۔

(بخاری کتاب الایمان باب الجهاد من الایمان)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ..... اگر (میرے صحابہؓ) میری اُمّت پر یہ بات گراں نہ ہوتی تو مَیں کبھی چھوٹے (سے چھوٹے) لشکر کے ساتھ جہاد پر جانے سے دریغ نہ کرتا اور میرا حال تو یہ ہے کہ مَیں دل و جان سے چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں۔

• عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ السَّائِبِ قَالَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْفَتْحِ فَصَلّٰی فِیْ قِبَلِ الْکَعْبَةِ ..... فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَلَمَّا جَاءَ ذِکْرُ مُوْسٰی اَوْ عِیْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَکَعَ[1] وَعَنْ مُطَرِّفٍ ..... قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُصَلِّیْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ[2] مِنَ الْبُکَاءِ۔

عبداللہ بن سائب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ فتح مکّہ کے روز مَیں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر حضورؐ نے میری موجودگی میں کعبہ کی طرف نماز پڑھی (اور سورہ فاتحہ کے بعد) آپ نے (نماز میں)

---

[1] نسائی کتاب الصلوٰة باب قراءة بعض السورة۔

[2] شمائل الترمذی باب ماجاء فی بکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قراءت سورۃ مومنون سے شروع کی لیکن جب قراءت کے دوران حضرت موسٰی (یا شاید) حضرت عیسٰی کا ذکر آیا تو حضورؐ رو پڑے اور رونے کے سبب سے حضورؐ کو کھانسی آگئی حضورؐ تلاوت مکمل نہ کر سکے اور رکوع میں چلے گئے۔ اسی طرح مطرف سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے اور جیسے ہنڈیا میں سے اُبلتے ہوئے آواز آتی ہے ایسی ہی آواز حضورؐ میں سے رونے کی وجہ سے آرہی تھی۔

• عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ ذَهَبَ إِلٰى بَعْضِ نِسَاءِهٖ فَتَجَسَّسْتُهُ فَإِذَا هُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ[1] (وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ)[2] فَقُلْتُ بِأَبِيْ وَأُمِّيْ إِنَّكَ لَفِيْ شَأْنٍ وَإِنِّيْ لَفِيْ شَأْنٍ آخَرَ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ایک رات (میری آنکھ کھلی) تو میں نے حضورؐ کو اپنے بستر پر نہ پایا مجھے خیال آیا کہ حضورؐ مجھے چھوڑ کر اپنی کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے ہیں۔ پھر میں حضورؐ کو تلاش کرنے لگی تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضورؐ (نماز میں) رکوع میں ہیں (یا شاید) آپؐ اس وقت سجدہ کر رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے اے اللہ تُو اپنی تمام تعریفوں کے ساتھ ہر قسم کی بزرگی کا حامل ہے (تُو میرا ربّ ہے) تیرے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور آپؐ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ اے اللہ جو کچھ میں لوگوں سے چھپ کر کرتا ہوں اور جو کچھ میں اُن کے سامنے کرتا ہوں ان میں سے میرے ہر عمل کو اپنی رحمت اور مغفرت سے ڈھانپ لے اور اس کو اپنے حضور میں قبول فرما۔ میں نے حضورؐ کو جب اِس طرح اپنے مولیٰ کے حضور دعا کرتے دیکھا تو مجھے اپنی حالت پر افسوس ہوا اور میں نے دل ہی دل میں کہا کہ تم کیا سمجھ بیٹھی خدارا اُن کی تو شان ہی کچھ اور ہے[3]۔

• عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُنَّتِهٖ فَقَالَ الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِيْ وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِيْنِيْ وَالْحُبُّ أَسَاسِيْ وَالشَّوْقُ مَرْكَبِيْ وَذِكْرُ اللّٰهِ أَنِيْسِيْ وَالثِّقَةُ كَنْزِيْ وَالْحُزْنُ

---

[1] نسائی کتاب عشرۃ النساء باب الغیرۃ　[2] نسائی کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء فی السجود

[3] بامحاورہ ترجمہ ہے لفظی نہیں۔

رَفِیْقِیْ وَالْعِلْمُ سَلَاحِیْ وَالصَّبْرُ رِدَائِیْ وَالرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ وَالْعَجْزُ فَخْرِیْ وَالزُّھْدُ حِرْفَتِیْ وَالْیَقِیْنُ قُوَّتِیْ وَالصِّدْقُ شَفِیْعِیْ وَالطَّاعَۃُ حَسْبِیْ وَالْجِھَادُ خُلُقِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔

(الشفاء الجزء الاوّل صفحہ ۸۵،۸۶)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی سیرت اور آپؐ کی طبیعت کے بارہ میں سوال کیا تو آپؐ نے جواب دیا کہ اَلْمَعْرِفَۃُ رَأْسُ مَالِیْ خدا کی کامل معرفت جو مجھے حاصل ہے وہی میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ خدا کے لئے میری اطاعت کی بنیاد میری خداداد عقل ہے یعنی میری اطاعتِ باری توہمات پر مبنی نہیں بلکہ مَیں نے پوری سمجھ بوجھ کے ساتھ، یقینِ کامل کے ساتھ، پورے وثوق کے ساتھ، پوری معرفت اور علم کے ساتھ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا ہے۔ وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ وَالشَّوْقُ مَرْکَبِیْ خدا کی بے پناہ محبّت میری زندگی کی بنیاد ہے۔ اللہ کی بے پناہ محبّت نے میرے وجود پر کچھ ایسا غلبہ کیا ہے کہ میری سانسوں کا دارومدار اسی پر ہے۔ یہ میری رُوح میری غذا ہے۔ یہ ایک ایسا بے پناہ جذبہ ہے جو ہر دم مجھے اپنے مولیٰ کی طرف کھینچے لئے جاتا ہے۔ وَذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیْسِیْ خدا کی یاد ہر دم میرے ساتھ رہتی ہے اور مجھے سکون ملتا ہے تو بس اِسی یاد میں ملتا ہے وَالثِّقَۃُ کَنْزِیْ خدا پر میرا کامل بھروسہ اور اس کی ذات پر توکّل میرا خزانہ ہے جو میری تمام ضرورتوں کو پورا کرتا اور ہر مشکل میں میرے کام آتا ہے۔ وَالْحُزْنُ رَفِیْقِیْ خدا کے حضور میں میرے دل کی غمزدہ کیفیّات ایک وفادار دوست کی طرح میرے ساتھ رہتی ہیں اور ہر لمحہ میرا دل خدا کے حضور میں گداز رہتا ہے۔ وَالْعِلْمُ سَلَاحِیْ اور خدا کی طرف سے ملنے والے علم اور معرفت ہی میرے ہتھیار ہیں۔ وَالصَّبْرُ رِدَائِیْ اور خدا کے لئے صبر اور استقامت مجھے ہر وقت ڈھانپے رکھتے ہیں۔ وَالرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ[1] خدا کے حضور سے مجھے ہر وقت اُس کی رضا کا انعام ملتا رہتا ہے اور یہی وہ غنیمتیں ہیں جن کا مَیں ہر دم متلاشی رہتا ہوں۔ وَالْعَجْزُ فَخْرِیْ اور اللہ کے حضور میں اپنی عاجزی اور انکساری اور فروتنی ہی میں مَیں اپنی بڑائی سمجھتا ہوں وَالزُّھْدُ حِرْفَتِیْ[1] کامل انقطاع اِلی اللہ نے مجھے غیر اللہ سے بالکل غنی کر دیا ہے۔ وَالْیَقِیْنُ قُوَّتِیْ اللہ کی ذات پر کامل یقین میری رُوح کی غذا ہے وَالصِّدْقُ شَفِیْعِیْ اور میرا صدق اور میرے جذبوں

---

[1] غنیمت اور حرفت کے ان مفاہیم کے لئے دیکھیں قاموس المحیط۔

کی سچائیاں ہی اُس انتہائی قُرب کا راز ہیں جو مجھے اپنے مولیٰ سے حاصل ہے۔ وَالطَّاعَةُ حَسْبِیْ اور میرے لئے یہی کافی ہے کہ خدا کی کامل اطاعت مجھے حاصل رہے اور میں ہمیشہ اس کی بندگی کرتا رہوں۔ وَالْجِهَادُ خُلُقِیْ اور اُس کی راہ میں جہاد کرنا میری سرشت میں داخل ہے وَقُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ اور مجھے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ملتی ہے۔ میرے دل کو سرور حاصل ہوتا ہے میری رُوح کو سکون ملتا ہے تو بس ان لمحات کے اوقات میں جب میں اپنے مولیٰ کے حضور نماز میں کھڑا ہوتا ہوں۔

• عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَأْ عَلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى بَلَغْتُ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا قَالَ اَمْسِكْ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔

(بخاری کتاب التفسیر زیر آیت مذکور)

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم پڑھ کر سُناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ پر قرآن نازل ہوا ہے اور میں حضورؐ کو سُناؤں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ میں دوسروں سے بھی قرآن سُنوں۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضورؐ کے ارشاد پر میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی اور جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا تو آپؐ نے مجھے فرمایا کہ بس بس اور نہ پڑھو اور میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعت احمدیہ (بقیہ صـ ۲۳)

اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالے باقی جتنی رقم ہوگی انشاء اللہ وہ کچھ مرد طوعی طور پر پورا کریں اور کچھ انجمنیں پورا کر دیں اور دو سال کے اندر اندر یہ قرضہ بہرحال جوبلی کو واپس ہو جانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری بہنوں کی ضرورت جلد پوری ہو۔

اَوقاتِ نماز کی فلاسفی

(محترم عبد السمیع خان صاحب استاد جامعہ احمدیہ ربوہ)

دینِ ہُدیٰ کو ہر پہلو اور ہر شان میں پوری تفصیلات کے ساتھ تمام مذاہب پر فوقیت حاصل ہے۔ اگر صرف نماز کے مسئلہ پر ہی غور کیا جائے تو اس دعویٰ کی سچائی خوب کُھل کر سامنے آجاتی ہے اور غیر کو اس کا اقرار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اِس مضمون میں صرف اوقاتِ نماز کی فلاسفی کو نسبتاً تفصیل سے بیان کرنا مقصود ہے۔

عبادت کے لئے اَوقات کی تعیین خود اپنی ذات میں ایک مہتم بالشان امر ہے اور اس کے عظیم الشان مصالح کی وجہ سے قرآن کریم میں پابندیٔ اوقات کا خاص تذکرہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ٥ (النساء: ۱۰۴)

یعنی نماز مومنوں پر یقیناً ایک مؤقت فرض ہے۔

یہ بھی ممکن تھا کہ دن میں کوئی ایک وقت مقرر کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا جاتا مگر دینِ حق جو نکہ فطرتِ انسانی کے ساتھ خاص مناسبت رکھتا ہے اِس لئے بوجہ اس کے کہ انسان کی قلبی کیفیات بدلتی رہتی ہیں ایک ہی وقت دیر تک عبادت میں مشغول رکھنے کی بجائے مختلف اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا کیونکہ لمبے وقت میں دیر تک توجہ قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور طبیعت اُکتا جاتی ہے لیکن اگر وقت مختصر ہو اور وقفہ وقفہ کے بعد کئی بار عبادت بجالانے کا موقع ملے تو بشاشت قائم رہتی ہے اور مشکل کام سہل ہو جاتا ہے اِس طرح عبودیت کے اظہار کا بار بار موقع ملتا ہے اور ربِّ کریم کی یاد دل میں مستحضر رہتی ہے اور گویا انسان کا سارا وقت ہی عبادتِ الٰہی میں صرف ہوتا ہے اور وہ دُنیا کے کاموں میں مصروف رہنے کے باوجود اللہ سے غافل نہیں ہوتا اور "دست در کار و دل بایار" کا مصداق ہوتا ہے۔

نماز کے اَوقات مقرر کرنے سے اجتماعیّت کی رُوح زندہ رہتی اور نشوونما پاتی ہے کیونکہ اِس طرح

لوگ آسانی کے ساتھ جمع ہوسکتے ہیں۔ پھر ایک خوبی اِس ضمن میں یہ بھی ہے کہ وقت کا تعیّن خود انسان کی اپنی مرضی پر نہ چھوڑنا یہ گہرا راز اپنے اندر رکھتا ہے کہ انسان کو بروقت نماز ادا کرنے کی فکر رہے اور احساس ذمہ داری بیدار رہے ورنہ وقت کی پابندی کی اہمیّت جاتی رہتی اور سُستی ظاہر ہونے لگتی جو بالآخر عبادت کے فقدان پر منتج ہوتی جیسا کہ پہلی قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اِس مضمون کو سیّدنا حضرت امام جماعتِ احمدیہ مولانا نورالدین صاحب نے بہت عمدگی سے بیان فرمایا ہے۔ آپ اوقاتِ نماز کی تعیین اور اس بارہ میں قرآنی تعلیم کی دوسرے مذاہب پر امتیازی شان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"تعیین اوقات۔ پابندی وقت۔ آہ کیسے مقبول کلمات ہیں کہ جب کسی قوم کی ترقی کی راہ کُھلی اسی مشعلِ جان افروز کے نور سے تمام موانعات کی تاریکی دُور ہوئی۔ شریعت موسوی میں احکامِ نماز منضبط نہیں ہوئے تھے۔ توریت طریقِ نماز سے بالکل ساکت ہے صرف علمائے دین کو دہ یکی دیتی اور پلوٹھے لڑکے کو ہیکل مقدس میں لاکر نذر دیتے وقتِ خاص دعا پڑھ لی جاتی اور لڑکے کا باپ تمام احکامِ شرعی کو بجالا کر یہوواہ سے دعا مانگتا تھا کہ اسرائیلی لڑکے کو برکت دے جیسے تُو نے اس کے آباؤ اجداد پر برکت کی تھی لیکن جب یہود اور انکے علماء کا اعتقاد باری تعالیٰ کی نسبت زیادہ تر معقول اور پاکیزہ ہوگیا اور خداوند کے شکل بشکل انسان ہونے کا فاسد عقیدہ دفع ہونے لگا تب نماز یا دعا کی حقیقت ان کی سمجھ میں آنے لگی کہ نماز انسان کے لئے بارگاہِ الٰہی سے تقرب کا وسیلہ ہے مگر چونکہ شریعتِ موسوی میں کوئی خاص قاعدہ نماز کا مقرر نہ تھا لہٰذا روایت اور رواج پر مدار رہا اور بقول ڈالنجر صاحب کے یہود بھی ایک نماز گذار قوم ہوگئے اور ہر روز تین گھنٹے عبادتِ خدا کے قرار دیئے گئے یعنی نو بجے اور بارہ بجے اور تین بجے۔ مگر چونکہ نماز میں مجتہدین کی ضرورت تھی اور اس کا علم قطعی نہ تھا کہ خود حضرت موسیٰ کیونکہ نماز پڑھتے تھے لہٰذا اکثر اوقات یہود کی نماز صرف ایک مصنوعی فعل ہوتا تھا۔

حضرت مسیح نے جو آخری پیشوا یہود کے تھے اور ان کے حواریین نے بھی عبادت کی تاکید کی مگر افسوس اُس میں بھی یہ نقص رہ گیا کہ کوئی محدود و معین قاعدہ نماز کا انہوں نے ترتیب نہ دیا اس لئے چند عرصے کے بعد عبادتِ خدا کا معاملہ بالکل عوام الناس کی رائے پر موقوف ہوگیا اور پادریوں ہی کے اختیار میں رہا جنہوں نے نماز کی تعداد اور مدّت اور الفاظ وغیرہ مقرر کرنا اپنے ہی فرقہ میں منحصر کر دیا۔ اسی وجہ سے دعاؤں کی کتابیں

تصنیف ہوئیں اور قسیسین کی کمیٹیاں اور مجلسیں منعقد ہوئیں تاکہ اصولِ دین اور ارکانِ ایمان مقرر کریں اور اسی وجہ سے راہبوں نے عجیب پُر تکلّف طریقہ عبادت کا نکالا اور گرجوں میں ہفتہ وار نماز قرار دی گئی یعنی چھ روز کی غذائے روحانی نہ ملنے کی مکافات صرف ایک روز کی نماز سے کی گئی۔ الغرض یہ سب خرابیاں منتہٰی درجہ کو پہنچ گئیں کہ ساتویں صدی عیسوی میں رسولِ عربی نے ایک مہذب اور معقول مذہب تلقین کرنا شروع کیا۔ آنحضرت نے نماز پنجگانہ کا طریقہ اس لئے جاری کیا کہ آپؐ خوب جانتے تھے کہ انسان کی رُوح حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد و ستائش کرنے کی بہت مشتاق رہتی ہے اور نماز کے اَوقات مقرر کر دینے سے آپؐ نے ایک ایسا مضبوط قاعدہ نماز گذاری کا معیّن کر دیا کہ نماز کے وقت انسان کا دل عالمِ روحانی سے عالمِ مادی کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہو سکتا۔ جو صورت اور ترکیب آپؐ نے نماز کی اپنے قول و فعل سے مقرر کر دی ہے اس میں یہ خوبی ہے کہ اہلِ اسلام اُن خرابیوں سے محفوظ رہے ہیں جو اُس لڑائی جھگڑے سے پیدا ہوتی تھیں۔ جو عیسائیوں میں نماز کی ترکیب پر ہمیشہ ہؤا کرتے تھے۔ اور پھر ہر مسلمان کو گنجائش رہی کہ بکمال خشوع وخضوع عبادتِ خدا میں مصروف ہو۔

پابندئ اوقات میں ایک قدرتی تاثیر ہے کہ وقتِ معیّنہ کے آنے پر قلبِ انسانی میں بے اختیار جذب و میلان اُس ڈیوٹی کے ادا کرنے کے لئے پیدا ہو جاتا ہے اور رُوحانی قوٰی اس مفروض عمل کی طرف طوعاً وکرہاً منجذب ہو جاتے ہیں۔ جونہی اُس غیر مصنوعی ناقوس (اذان) کی آواز سُنائی دیتی ہے ایک دیندار مسلمان فی الفور اُس الیکٹریسٹی کے عمل سے متاثر ہو جاتا ہے۔ پابندِ صلوٰۃ گویا ہر وقت نماز میں ہی رہتا ہے کیونکہ ایک نماز کے ادا کرنے کے بعد معاً دوسری نماز کی طیاری اور فکر ہو جاتی ہے۔" (فصل الخطاب جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

قیامِ نماز کا یہ معیّن اور موقوت طریق اپنے اندر بڑی کشش اور تاثیر رکھتا ہے جس کا غیر بھی اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ اپنی شہرہ آفاق تصنیف پریچنگ آف اِسلام میں لکھتے ہیں:۔

"لوگوں کو اپنا گرویدہ کرنے اور ان کی عقیدت کو برقرار رکھنے میں نماز پنجگانہ کے اسلامی فریضے کو بھی بہت کچھ دخل ہے چنانچہ موں تسکیو نے کیا خوب کہا ہے کہ "جس دین میں بہت سی عبادات کی پابندی کا حکم ہو اس کو ایسے مذہب کے مقابلے میں لوگ زیادہ عزیز رکھتے ہیں جس میں یہ بات نہ ہو۔ جن باتوں میں انسان ہمیشہ مصروف و مشغول رہتا ہے ان کا اس کو زیادہ خیال رہتا ہے۔" مسلمان کا مذہب ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور روزانہ نماز کی صورت

میں ایسے سنجیدہ اور مؤثر طریقے پر ظاہر ہوتا ہے کہ نمازی اور تماشائی دونوں کے دل پر اثر پیدا کئے بغیر نہیں رہتا۔" (اردو ترجمہ بعنوان دعوتِ اسلام ص ۳۹۴ از ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور۔ ۱۹۷۲ء)

پس قیامِ نماز میں پابندئ اوقات کا بہت بڑا دخل ہے جو قرآن کریم میں اصولی طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی سُنّت سے ان کے اول و آخر مقرر فرما دیئے۔

قرآن کریم کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ سے اوقاتِ نماز کا استدلال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ

اِس آیت میں پانچوں نمازوں کے اوقات بتائے گئے ہیں۔ دلوک کے تین معنی ہیں اور ہر ایک معنی کی رُو سے ایک نماز کا وقت ظاہر کر دیا گیا ہے۔

۱۔ مالت وزالت عن بعد السماء یعنی زوال کو دلوک کہتے ہیں اس میں ظہر کی نماز آگئی۔

۲۔ اِصْفَرَّتْ۔ جب سورج زرد پڑ جائے تو اس کو بھی دلوک کہتے ہیں۔ اِس میں نمازِ عصر کا وقت بتا دیا گیا۔

۳۔ تیسرے معنے غَرَبَتْ یعنی غروبِ شمس سے ہیں۔ اس میں نمازِ مغرب کا وقت بتایا گیا ہے۔

۴۔ غَسَقِ الَّيْلِ کے معنی ظلمۃ اوّل الیل کے ہیں یعنی رات کے ابتدائی حصّہ کی تاریکی اس میں نمازِ عشاء کا وقت مقرر کر دیا گیا۔

۵۔ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کہہ کر صبح کی نماز کا ارشاد فرمایا۔ اس کے سوا کوئی اَور تلاوت صبح کے وقت فرض نہیں ہے۔

(۱) یہ اوقاتِ پنجگانہ نہاں در نہاں حکمتوں کے حامل ہیں۔ اوّل مخاطبین کے لحاظ سے ان کی سب سے پہلی حکمت یہ ہے کہ عرب کے لوگ صبح سے رات کو سونے تک پانچ دفعہ خاص طور پر شراب پیتے تھے۔

۱۔ جاشریہ: وہ شراب جو صبح قبل از طلوع آفتاب پی جاتی تھی۔

۲۔ صبوح: جو بعد طلوع آفتاب پیتے تھے۔

۳۔ غبوق: ظہر اور عصر کی شراب۔

۴۔ قیل: دوپہر کی شراب۔

۵۔ فحم: رات کی شراب۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ ان کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

"(دینِ حق) نے ظہور فرما کر یہ تبدیلی کی جو ان پانچ وقتوں کے شرابوں کی جگہ پانچ نمازیں مقرر کر دیں اور ہر یک بدی کی جگہ نیکی رکھ دی اور مخلوق پرستی کی جگہ خدا تعالیٰ کا نام سکھا دیا۔"

(نور القرآن ۱ صـ۲۳ وملفوظات جلد ۵ صـ۱۸۵)

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے وقتوں کے علاوہ تہجد کے وقت شراب پینا خاص طور پر فخر کا موجب خیال کیا جاتا تھا چنانچہ لبید کہتا ہے ؎

بادرت حاجتها الدجاج بسحرة
لاعل منها حين هب نيامها

کہ میں نے مرغ سے بھی جو بہت سویرے اٹھتا ہے سبقت کرتے ہوئے سحری کے وقت شراب پی۔ اس لئے نہیں تا لوگ مجھے دیکھ کر شراب نوشی کا طعنہ نہ دیں بلکہ اس لئے کہ جب رات کے سوئے ہوئے صبح کو میخانے میں آکر شراب نوشی کریں تو میں ان سے فخریہ کہہ سکوں کہ تم تو پہلی بار شراب پی رہے ہو اور میں دوسری بار پی رہا ہوں۔ (بحوالہ شرح القصیدہ صـ۸۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اندر جو عظیم انقلاب پیدا کیا اور پستیاں بلندیوں میں تبدیل کیں ان کے متعلق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں ؎

كَمْ شَارِبٍ بِالرَّشْفِ دَنًّا طَافِحًا   فَجَعَلْتَهٗ فِي الدِّيْنِ كَالنَّشْوَانِ
تَرَكُوا الْغَبُوْقَ وَبَدَّلُوْا مِنْ ذَوْقِهٖ   ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَيْلَةِ الْاَحْزَانِ

(آئینہ کمالاتِ اسلام صـ۵۹۴)

بہت تھے جو خُم کے خُم پی جاتے تھے اے محمدؐ آپ نے ان کو دین کا متوالا بنا دیا۔ انہوں نے شام کی شراب چھوڑ دی اور اس کے ذوق کی جگہ غم کی راتوں میں دعا کی لذت اختیار کر لی۔

(۲) ان اوقات میں خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل نازل فرماتا ہے اس لئے ان وقتوں کو خدا کے حضور جھکنے کے لئے خاص طور پر تاکید کی تاکہ انسان زیادہ سے زیادہ ان برکات کو حاصل کر سکے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہمارے دین میں یہ بات مسلّم ہے کہ بعض اوقات مبارک ہوتے ہیں جن میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور تضرعات سنی جاتی ہیں جیسے لیلۃ القدر اور ان کا آخری تیسرا حصہ۔ اور محققین نے کہا ہے کہ نماز کے مقررہ اوقات میں بہت سی برکات پوشیدہ ہیں اسی لئے

اللہ نے انہیں عبادات کے لئے مخصوص کیا ہے پس جس نے ان کی حفاظت کی اور ہر نماز حضورِ قلب سے ادا کی اسے یقیناً اس کی برکات عطا ہوں گی اور ان سے حصّہ پائے گا اور مطلوبہ سعادت حاصل کرے گا اور بُرے ساتھی سے نجات پائے گا۔" (ترجمہ از حمامۃ البشریٰ صـ ۲۴۹)

اِس کی تائید میں بہت سی احادیث ملتی ہیں جن میں مختلف نمازوں کے اوقات، ان میں نازل ہونے والے افضالِ الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے اور ان میں نماز کی عدم ادائیگی بہت سی محرومیوں کا موجب بن سکتی ہے۔ اس کی ایک مثال اِس واقعہ میں بھی نظر آتی ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ایک مخلصہ بیان کرتی ہیں۔ حضرت مائی کاکو فرماتی ہیں کہ

"ایک دفعہ میرے بھائی خیر دین کی بیوی نے مجھ سے کہا کہ شام کا وقت گھر میں بڑے کام کا وقت ہوتا ہے اور مغرب کی نماز عموماً قضا ہو جاتی ہے تم حضرت (اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ) سے دریافت کرو کہ ہم کیا کیا کریں۔ مَیں نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ گھر میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں مغرب کی نماز قضا ہو جاتی ہے اِس کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا مَیں اِس کی اجازت نہیں دے سکتا اور فرمایا کہ صبح اور شام کا وقت خاص طور پر برکات کے نزول کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت فرشتوں کا پہرہ بدلتا ہے ایسے وقت کی برکات سے اپنے آپکو محروم نہیں کرنا چاہیئے ہاں کبھی مجبوری ہو تو عشاء کی نماز سے ملا کر مغرب کی نماز جمع کی جا سکتی ہے۔" (سیرۃ المہدی جلد ۳ صـ ۲۴۵)

(۳) یہ اوقات انسانی زندگی پر وارد ہونے والے حالات اور مصائب و مشکلات کی ایک عکسی تصویر ہیں اور نماز کے ذریعہ ان تکالیف سے پیشگی دعاؤں کے ساتھ نجات اور بچاؤ کا سامان کیا جاتا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"خدا نے اپنے قانونِ قدرت میں مصائب کو پانچ قسم پر منقسم کیا ہے یعنی آثارِ مصیبت کے جو خوف دلاتے ہیں اور پھر مصیبت کے اندر قدم رکھنا اور پھر ایسی حالت جب نومیدی پیدا ہوتی ہے اور پھر زمانہ تاریک مصیبت کا اور پھر صبح رحمتِ الٰہی کی۔ یہ پانچ وقت نماز کے لئے مقرر ہیں جن کے نمونہ پانچ نمازیں ہیں۔" (براہین احمدیہ حصّہ پنجم یادداشتیں صـ ۷)

اِس مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ جو پانچ وقت نماز کے لئے مقرر ہیں یہ کوئی تحکّم اور جبر کے طور پر نہیں بلکہ اگر غور کرو تو یہ دراصل رُوحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ

ادار یہ

مِلّت کے اِس فدائی پہ رحمتِ خدا کرے

۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کا یومِ سعید اپنے جلو میں مہتم بالشان بشارت کا پیغام لایا۔ ایک دعا کو تجسّم ملا۔ ایک تڑپ نے حقیقت کا رُوپ دھارا، ایک تمنّا کو تعبیر میسّر آئی۔ ایک ایسے وجود کی بشارت جو الٰہی نوشتوں میں اپنے عظیم الشان باپ کا کامل عکس گردانا گیا اور جو اولیاءِ سلف کی مدح سرائی کا نقطہ مرکزی قرار پایا۔

اِس بشارت کا ایک ایک لفظ پُرشوکت، ایک ایک معنی مملوءِ حکمت اور ایک ایک مفہوم لبریز معرفت ہے۔ شدید مخالفتوں اور سخت حوادث کے باوجود اس پیشگوئی کا ایک ایک لفظ سچّا نکلا اور وہ عظیم المرتبت وجود حسب پیشگوئی اپنی تمام رعنائیوں کو بکھیر کر بالآخر اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

حضرت مصلح موعود نوّراللہ مرقدہٗ نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ پیشگوئی کے خاکوں میں رنگ بھرنے میں صَرف کیا۔ علومِ ظاہری و باطنی کے چشمے جاری کئے، کلام اللہ کا مرتبہ لفظی اور معنوی دونوں رنگ میں ایسا عدیم المثال ظاہر فرمایا کہ اشد ترین معاندین بھی پکار اُٹھے "تم اور تمہارے لگے بندھے میرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ میرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا دھرا ہے۔" زمین کے کناروں تک اعلاءِ کلمۃ الحق کے وسیع اور منظّم پروگرام مرتّب کئے اور انتہائی نامساعد حالات اور کمال درجہ کم مائیگی کے باوجود مراکزِ توحید قائم کر کے دعوت اِلی اللہ کے نظام کو عالمگیریت بخشی کہ ہر رنگ و نسل کے لوگ اس گوشۂ عافیت میں پناہ ڈھونڈنے لگے۔ عیسائیت کی یلغار، شدھی کا ریلا اور آریہ سماج کے حملوں کے سامنے سینہ سپر ہوئے اور فتح نصیب جرنیل کی حیثیت میں علمِ دینِ حق کو بلند کئے رکھا اور ان کو شکستِ فاش سے ہمکنار کیا۔ اِسی طرح ایک زمانہ مُعترف ہے کہ آپ کے وجود باجود کی ظاہری برکتوں سے نہال ہو کر کئی اسیر رستگار ہوئے اور آزادی کی نعمت سے مالامال ہوئے۔ غرضیکہ آپ کے عہدِ زرّیں میں برکتوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوُا سمندر تھا جس سے ہر رُوح علیٰ قدرِ ظرف سیراب ہوتی رہی اور وہ وقت قریب ہے جب آپ کے محاسن و کمالات کا ہر شخص معترف ہو گا اور اس کے دل کی گہرائیوں سے جذباتِ ممنونیت سے

لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ یعنی قائم کرو نماز کو دُلُوْكِ الشَّمْس سے۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہاں قیامِ صلوٰۃ کو دلوك شمس سے لیا ہے دلوك کے معنوں میں گو اختلاف ہے لیکن دوپہر کے ڈھلنے کے وقت کا نام دلوك ہے۔ اب دلوك سے لے کر پانچ نمازیں رکھ دیں۔ اس میں حکمت اور بھید کیا ہے۔ قانونِ قدرت دکھاتا ہے کہ رُوحانی تذلّل اور انکسار کے مراتب بھی دلوک ہی سے شروع ہوتے ہیں اور پانچ ہی حالتیں آتی ہیں۔

پس یہ طبعی نماز بھی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب حزن اور ہمّ و غم کے آثار شروع ہوتے ہیں۔ اس وقت جبکہ انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے تو کس قدر تذلّل اور انکساری کرتا ہے۔ اب اس وقت اگر زلزلہ آوے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ طبیعت میں کیسی رِقت اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پر سوچو کہ اگر مثلاً کسی شخص پر نالش ہو تو سمن یا وارنٹ آنے پر اس کو معلوم ہوگا کہ فلاں دفعہ فوجداری یا دیوانی میں نالش ہوتی ہے۔ اب بعد مطالعہ وارنٹ اس کی حالت میں گویا نصف النہار کے بعد زوال شروع ہُوا کیونکہ وارنٹ یا سمن تک تو اسے کچھ معلوم نہ تھا اب خیال پیدا ہُوا کہ خدا جانے ادھر و کیل ہو یا کیا ہو کئی قسم کے تردّدات اور تفکرات سے جو زوال پیدا ہوتا ہے یہ وہی حالت دلوک ہے اور یہ پہلی حالت ہے جو نماز ظہر کے قائم مقام ہے اور اس کی عکسی حالت نماز ظہر ہے۔

اب دوسری حالت اس پر وہ آتی ہے جبکہ وہ کمرۂ عدالت میں کھڑا ہے فریقِ مخالف اور عدالت کی طرف سے سوالات جرح ہو رہے ہیں اور وہ ایک عجیب حالت ہوتی ہے یہ وہ حالت اور وقت ہے جو نمازِ عصر کا نمونہ ہے کیونکہ عصر گھوٹنے اور نچوڑنے کو کہتے ہیں۔

جب حالت اور بھی نازک ہو جاتی ہے اور فرد قرار دادِ جرم لگ جاتی ہے تو یاس اور ناامیدی بڑھتی ہے کیونکہ اب خیال ہوتا ہے کہ سزا مل جاوے گی۔ یہ وہ وقت ہے جو مغرب کی نماز کا عکس ہے۔

پھر جب حکم سُنایا گیا اور کنسٹیبل یا کورٹ انسپکٹر کے حوالہ کیا گیا تو وہ رُوحانی طور پر نمازِ عشاء کی عکسی تصویر ہے۔

یہاں تک کہ نماز کی صبح صادق ظاہر ہوئی اور اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کی حالت کا وقت آگیا تو روحانی نماز فجر کا وقت آگیا اور فجر کی نماز اس کی عکسی تصویر ہے۔"

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۱۵)

شذرات

......خود میاں فضیحت

"نوائے وقت" لاہور ۲ر دسمبر ۱۹۸۶ء اپنے اداریہ "کمیونزم بمقابلہ اسلام...... نیا محاذ" میں لکھتے ہیں :-

"برطانوی نشریاتی ادارے کی ایک رپورٹ کے مطابق روسی لیڈر میخائل گورباچوف نے ازبکستان میں سرکاری حکام کو ہدایت کی ہے کہ وہ مسلمانوں کی مذہبی تقاریب میں شریک ہو کر فرسودگی کو فروغ دینے سے باز رہیں اور دہریت کا پروپیگنڈا تیز کیا جائے۔ روس کے کمیونسٹ رہنماؤں کا طرزِ عمل اسلام کے بارے میں ہمیشہ مخالفانہ اور معاندانہ رہا ہے اور لینن اور سٹالن سے لے کر اب تک تمام حکمرانوں نے درجہ بدرجہ سوویت یونین میں بالجبر شامل کی گئی مسلم ریاستوں سے "خصوصی سلوک" روا رکھا ہے اور ان ریاستوں کے باشندوں کو اپنے بنیادی حقوق سے محروم کرنے اور مذہبی شعائر، رسم و رواج، عقائد پر عمل پیرا ہونے سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ موجودہ روسی حکمران کا تازہ ترین حکم بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے جس پر عالمی اداروں اور خود مختار اقوام کو مداخلت کرنی چاہیئے اگر کسی تاریخی جبر یا بدقسمتی کے نتیجے میں وسطی ایشیاء کی مسلم ریاستیں اشتراکی زاروں کے زیرِ تسلّط آ گئی ہیں تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اب یہاں کے بدنصیب عوام بنیادی حقوق سے محروم ہو چکے ہیں اور انہیں اپنے عقیدے کے مطابق شادی بیاہ کرنے، نماز، روزے، حج، زکوٰۃ اور دیگر مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی بھی حاصل نہیں رہی...... یہ واضح ہو گیا ہے کہ مذہب کو ختم کرنے اور اسلام کی بیخ کنی کا کام صرف ان علاقوں اور ممالک میں ہو رہا ہے جہاں کمیونزم کے علمبرداروں کی بالادستی قائم ہو گئی پچھلے دنوں اقوامِ متحدہ میں پیش کی جانے والی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ بلغاریہ کے قدیم مسلم باشندوں کا جینا حرام کیا جا رہا ہے۔ مسجدیں مسمار یا بند کر دی گئی ہیں اور مسلمانوں کو اسلامی نام رکھنے پر سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ روس میں بسنے والے مسلمانوں پر بھی ظلم و تشدّد کے نئے حربے آزمائے جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔"

- "ضمیر کی آزادی اور آزادیٔ اظہار پر ہمارے روسی گماشتے اکثر سیمینار منعقد کرتے رہتے ہیں اور پاکستانی معاشرے کو بُرا بھلا کہتے ہیں کیونکہ ان کے بقول اس میں گھٹن پائی جاتی ہے لیکن انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ روس میں ضمیر کی آزادی کا کیا حال ہے؟ عقیدے کی آزادی انسان کا بنیادی حق ہے وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے۔

جس عقیدے پر چاہے زندگی بسر کرے لیکن دین محمد کو محض اس گناہ پر برطرف کر دیا گیا کہ وہ لوگوں کے دل سے اسلام کی محبت کو کیوں نہیں نکال سکا اور اب لوگوں پر محض اِس لئے گولیاں برسائی جا رہی ہیں کہ وہ مذہب الحاد کو قبول کرنے پر کیوں تیار نہیں ہوتے۔

روسی گماشتے ہمیں یہ بھی بتایا کرتے ہیں کہ روس میں مکمل مذہبی آزادی کا دَور دَورہ ہے مسجدیں کُھلی ہیں لیکن ان میں صرف پچھلی نسل کے بوڑھے نمازی نظر آتے ہیں کیونکہ نوجوان نسل مذہب کو خیر باد کہہ چکی ہے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۷ دسمبر ۱۹۸۶ء ص۵)

"نام نہاد جیّد علماء کرام کو اسلام کا علم نہیں"

(علامہ احسان الٰہی ظہیر)

"علامہ احسان الٰہی ظہیر نے کہا کہ شریعت بل کے نام پر عوام کو دھوکا دیا جا رہا ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ موجودہ شریعت بل انگریز کے نظام سے بہتر ہے انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ انگریز کے نظام کو سپر سمجھ کر قبول کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا نام نہاد جیّد علماء کو اسلام کا علم نہیں ہے اور وہ اس شخص سے اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں جس نے فحاشی کے اڈوں کو لائسنس جاری کر رکھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دَور میں اسلام کو مذاق بنا کر رکھ دیا گیا۔ زکوٰۃ و عشر کا نظام مولویوں کو خریدنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا گیا۔"

(روزنامہ جنگ لاہور ۸ نومبر ۱۹۸۶ء ص۱ کالم ۱)

"تو وہ اسی لمحے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا"

"اگر ہم "مسلمان" کی حیثیت سے سوچنا اور فیصلہ کرنا چاہیں تو ہمارے لئے یہ بات "کفر" کی حیثیت رکھتی ہے کہ ہم کسی ظاہراً معمولی سی معمولی بات کو جس کے بارے میں اللہ ذوالجلال والاکرام کا حکم صادر ہو یا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (حضور پر ہم سب قربان) فیصلہ صادر فرما چکے ہوں تو خواہ ایک ملک پاکستان کیا اگر پوری دُنیا کے ایک ارب مسلمانوں کی ننانوے فیصد اکثریت خدانخواستہ اس حکم اور فیصلے کے خلاف ووٹ دے تو جو چھوٹا یا بڑا، جاہل یا عالم، عام شخص یا سربراہِ مملکت اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے خلاف، کسی دوسری اتھارٹی (جیسے پارلیمنٹ) کے منظور اور نافذ کردہ قانون کو اِس لئے تسلیم کرے گا کہ اُسے پارلیمنٹ نے منظور کیا ہے تو وہ اسی لمحے دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔"

(ہفت روزہ المنبر فیصل آباد ۳۰ اکتوبر تا ۱۳ نومبر ۱۹۸۶ء
جلد ۳۲ شمارہ ۷، ۸ ص۵)

یک کتابی مرکزی اِمتحان سہ ماہی اوّل (لیکچر لاہور)

نوٹ :۔ ماہوار مطالعہ کتب حضرت اقدس کے پروگرام "یک کتابی مرکزی سہ ماہی امتحان" کا پہلا پرچہ انصار کے استفادہ کے لئے ماہنامہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ سوالات درج ذیل ہیں :۔

(۱) حضرت اقدس کا لیکچر لاہور کس موضوع پر ہے۔ اِسے کب اور کہاں پڑھا گیا؟ (۲) مذہب کی رُوح اور غرض کیا ہے؟ (۳) "نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے" تو بتائیے حضرت اقدس نے نجات کے لئے کس ایک قربانی کو ضروری اور فطری قرار دیا ہے۔ (۴) گناہ سے بچنے کے لئے انسان کس چیز کا محتاج ہے؟ (۵) علم اور یقین کی تین قسمیں کیا ہیں؟ (۶) خدا سے تعلق مقصود ہو تو دعا اور کوشش کے علاوہ کن کی صحبت ضروری ہے؟ (۷) روحانی طور پر ایک مُردہ دل کیسا ہوتا ہے؟ (۸) "اے قادر خدا۔ اس قوم پر رحم کر جو ہمارے پُرانے ہمسائے ہیں۔" حضرت اقدس نے ۱۹۰۴ء میں یہ دعا کس قوم کے لئے کی؟ (۹) آریہ قوم کے کس مسئلہ کو ویدِ مقدس کی طرف منسوب کرنے پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ "اِس خیال سے میرا دل کانپتا ہے"۔ (۱۰) حضرت اقدس نے کس قوم کی حکومت کو خزاں کا زمانہ بتایا اور کس زمانہ کو بہار کی ابتداء قرار فرمایا؟ (۱۱) خالصہ قوم کی حکومت کے بعد آنے والی کس حکومت کو حضرت اقدس نے تعریف کا مستحق قرار دیا۔ کیوں؟ (۱۲) خدا کی کتابوں میں وعدہ کے مسیح کو کس دوسرے نام سے پکارا گیا ہے؟ اور وہ کس سے آخری جنگ لڑے گا؟ (۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال کا عرصہ کیسے گذارا؟ (۱۴) قرآن شریف کے مطابق حضرت آدمؑ سے شروع ہونے والا سلسلہ انسانی کتنے ہزار سال میں اپنا دَور پورا کرے گا؟ (۱۵) موجودہ سلسلہ انسانی کے پانچویں ہزار سال، چھٹے اور ساتویں ہزار سالہ دَور کی کیا نوعیت ہوگی؟ (۱۶) حضرت اقدس کی زندگی ہی میں کون سے دُو مرید کن حاکموں سے شہید کروائے؟ (۱۷) قرآن کریم کی کس آیت سے وہ نظریہ یا منصوبہ باطل ثابت ہوتا ہے کہ مہدی خونی ہوگا اور عیسیٰؑ اس کی مدد کے لئے آسمان سے آئیں گے؟ (۱۸) انبیاء کی نسبت پیشگوئیاں کیوں باریک ہوتی ہیں اور صاف الفاظ میں نہیں ہوتیں؟ (۱۹) "بعض احادیث میں بھی مسیح موعود کا نام ذوالقرنین آیا ہے" ذوالقرنین کی وضاحت کریں۔ (۲۱) "ایک تیسری قوم جو یاجوج ماجوج کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوگی اور وہ لوگ بہت دیندار ہوں گے، ان کی طبیعتیں سعادت مند ہوں گی اور وہ ذوالقرنین سے مدد طلب کریں گے تا وہ یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچ جائیں"۔ اس تیسری قوم سے کن لوگوں یا جماعت کی طرف اشارہ ہے؟

ہوشیار ہو جاؤ

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی تصنیف پیغامِ صلح میں فرماتے ہیں :۔

"اے ہم وطنو! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا.... اس کی پیدا کردہ عناصر یعنی ہوا اور پانی اور آگ اور خاک اور ایسا ہی اس کی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں پس یہ اخلاقِ ربّانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروّت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں.... جو کچھ خدا نے مجھے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور بُرے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دنیا پر سخت بلائیں آئیں گی اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلا ظاہر ہو جائے گی۔ آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے مصیبتوں کے بیچ میں آکر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ سو اے ہم وطن بھائیو! قبل اسکے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ۔"

(روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۴۴)

لبریز یہ دعا نکلے گی ع
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے
آپ نے اپنی جماعت کو نصائح کرتے ہوئے بڑے درد و کرب کو اس شعر میں سمیٹا تھا ؎
ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

آج اِس سلسلہ کی زمام آپ کے ایک جلیل القدر فرزند سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں آئی ہے۔ ان کی عظیم الشان قیادت میں وہی رنگ جھلکتا ہے۔ وہی وسعت ہے۔ وہی سبک رفتاری ہے۔ وہی روحانی برکات کا سلسلہ ہے۔ وہی اشاعتِ دینِ حق کے لئے درد ہے۔ وہی خدمتِ قرآن کا جذبہ ہے۔ وہی قیامِ مراکزِ توحید کی تڑپ ہے۔ وہی دعوتِ الی اللہ کا پختہ عزم ہے۔ وہی خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو دُنیا پر قائم کرنے کا ولولہ اور جوش ہے۔ اور یہ تعبیر ہے اِس مصرعہ کی ع
ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں

دوسرا مصرعہ
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

اے اہلِ وفا تمہارے لئے مہمیز ہے۔ اس میں بھری ہوئی کسک تمہاری رُوح کو تڑپانے والا ساز ہے۔ اس ساز کے ہمراز بنو اور آموختۂ درسِ وفا کو نہ بسارو۔ اپنی اِس عمر کو نعمتِ عظمیٰ جانو اور عُسر و یُسر میں آسمانی بادشاہت کے موسیقار بن جاؤ۔ دعوتِ الی اللہ کے پروگرام میں تن، من، دھن قربان کر دو اور اس میں کبھی سُست گام نہ ہو۔ اس پیارے آقا کی انگلیوں کی حرکت سے نکلی ہوئی ہر تان تمہارے سازِ زندگی کو چھیڑتی چلی جائے۔ اس پیارے آقا کے مدھ بھرے ہونٹوں کی ہر سُر رُوح میں کیف و سرور کے راگ چھیڑ دے۔ اپنے سازوں کو چمکائیں تا وہ اپنے محبوب سانول کی سُروں کو جذب کرنے کی اہلیت پائیں اور پھر ان نغموں کو فضائے بسیط میں بکھیر کر حسین اور پائیدار نقش چھوڑتے چلے جائیں تا یہ حقیقت ظاہر ہو ؎

مٹا کے نقش و نگارِ دیں کو یُونہی ہے خوش دشمنِ حقیقت
جو پھر کبھی بھی نہ مٹ سکے گا اب ایسا نقشہ بنائیں گے ہم

○

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ

"وَاللّٰہِ اِنَّکَ لَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰہِ اِلَیَّ ..... وَلَوْلَا اَنَّ اَھْلَکَ اَخْرَجُوْنِیْ مَاخَرَجْتُ مِنْکَ

خدا کی قسم! اے سرزمینِ مکّہ تُو میرا وطن ہونے کے لحاظ سے مجھے اس صفحۂ ہستی پر سب سے زیادہ پیاری ہے اور اگر تیرے باسی ظلم و تشدد کی راہ اختیار کرتے ہوئے مجھے ہجرت پر مجبور نہ کرتے تو میں تیری گلیوں اور کُوچوں کو محبّت کی فضا سے معمور کر دیتا۔"

یہ ہیں وہ الفاظ جو ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر مکّہ مکرمہ کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے ہوئے فرمائے۔ وہ سرزمینِ مکّہ جہاں اُس وقت کافر کو امن حاصل تھا بُت پرست کو امن حاصل تھا، ظالم اور غاصب کو امن حاصل تھا، ہر بدخواہِ وطن، چور، کذّاب، زانی، شرابی، دھوکہ باز، بددیانت، حرام خور اور بدکردار کو تو امن حاصل تھا لیکن امن نہیں تھا تو صرف اُس ذات کے لئے جو صاحبِ کردار تھی، جو امن کا شہزادہ تھی، جو صدیق و امین کہلاتی تھی اور حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ کا نعرہ بلند کرنے والی تھی۔ یہ کتنی بدقسمتی تھی کہ وطن کو اخلاص، محبت، دیانتداری اور صدق ووفا کے کِشت ہائے زار سے سرسبز و شاداب کرنے والا وجود تو وطن سے رخصت ہو رہا ہے اور وطن کے تقدّس کو پامال کرنے والے غدّار اور مکّہ مکرمہ کی عظمت کو برباد کرنے والے بُت پرست آزادانہ ظلم و تعدّی سے بلدِ امین کو فساد کا گھر بنا رہے ہیں نہ پیارے وطن کی محبّت کا احساس اور نہ اس پاک خطّۂ ارض کی بے لَوث خدمت کا شعور!

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن سے بے حد عشق اور بار بار مسجدِ حرام کی طرف قلبی کھچاؤ نیز اس پاک خطّۂ ارض کی ان مبارک قدموں کے بوسہ لینے کی تڑپ نے آپؐ کو مظفر و منصور ہونے کی حالت میں وطن واپس آنے کی دعوت دی اور آپؐ نے اس فاتحانہ انداز میں تمام بنی نوع انسان کو ایک عظیم الشان درس دیا کہ

ارضِ وطن ایک عظیم انعامِ خداوندی ہے۔ اس کے تقدّس اور عظمت کا قیام ایمان کا حصّہ ہے۔ اسکی بے لَوث خدمت میں ہی فخر ہے۔ منتقمانہ جذبات اس سرزمین میں سرد پڑنے لگتے ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں بلاوجہ خون کے پیاسے واجب القتل لوگ جن پر فردِ جُرم عائد ہو چکی ہے وہ بھی قتل کئے جانے کی بجائے عفوِ عام کے جھنڈے تلے محفوظ ہیں۔ کسی کو کوئی بہانہ بنا کر خواہ وہ کتنا ہی معقولیت کا رنگ رکھتا ہو قتل کرنے یا اس پر ظلم روا رکھنے کی اجازت نہیں۔ پرانے ظالم، بدخواہ اور ناجائز کاروبار میں ملوث سرداروں

کی بجائے حضرت بلالؓ جیسے مظلوم، بے نفس اور بے لوث خدمت گذاروں کا علم بلند کیا جائے گا۔ تمام طاقتوں کے بُت توڑ کر خدائے واحد و یگانہ کی پرستش ہوگی۔ یہاں انسان تو کیا جانور اور نباتات بھی امن کی فضا میں رہیں گے اور یہاں طاقت کے استعمال کا معیار ہوگا سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ یعنی بہت زیادہ بے لوث اور بغیر حرص و آز کے خدمت کا جذبہ۔ اسی طرح کردار کی کسوٹی یہ ہوگی حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ کہ وطن کی محبت میں ہر حرکت جو خود غرضی سے پاک ہو جزوِ ایمان ہے اور اسی طرح جس میں ایمان کی رمق بھی باقی ہے وہ حُبّ الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہوگا۔ تو ایمان کی تقویت جذبۂ حُبّ الوطنی کو اُبھارتی ہے اور معاشرہ میں بھلائی، رأفت اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کا خمیر اُٹھاتی ہے۔

مقامِ تأسف ہے کہ اِس پیارے آقا کی طرف منسوب ہونے والے ہر درس کو بُھلا بیٹھے ہیں اور ہر جذبہ کو خاک میں ملا دیا ہے۔ ملک امجد حسین صاحب اپنے مضمون بعنوان "تاریخ عالم کے سبق آموز حقائق" میں رقمطراز ہیں:۔

"لیکن اب فکر میں ڈوب کر عقل یہ سوال کرتی ہے کہ وہ کون سے عناصر و عوامل ہیں کہ اس تہذیب و تمدّن، اس درس و تعلیم کی وارث اور ان اصول و ضوابط کی پابندی کا دعوٰی کرنے والی مسلمان قوم حیاتِ فکر کے ایسے دوراہے پر آگئی ہے جہاں زوال و انحطاط کی اضطراب انگیز کرنوں کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا...... اقوام پستی و زوال کی وادیوں میں اس وقت مستغرق ہوتی ہے جب ذاتی چلن کی خوبیوں اور اجتماعی فلاح و بہتری کے احساس و جذبہ سے عاری ہو جاتیں ہیں۔ باہمی معاملات میں بددیانتی، قومی کردار میں سُقم اور زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی ہَوس، لالچ اور ذاتی مفاد کے جذبات پیدا ہو جائیں تو پھر یقین جانئے قوم کے زوال کے نشانات اُبھرنے شروع ہو جاتے ہیں اِس لئے یہ بات تسلیم کر لینی چاہیئے کہ جب اقوام شعور و حس، باہمی ترقی و فروغ اور ملکی مفاد و اصلاح کے جذبات سے عاری ہو جاتی ہیں تو علم و فن، ہُنر و فراست کا تمام خزانہ جھولی میں ہونے کے باوجود اس کے مقدر میں لکھے گئے انحطاط و زوال کو کوئی نہیں روک سکتا..... کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے اعمال و کردار، ذہنی فکر، طبعی افتاد اور معاشرہ میں صالح اور پاکیزہ اقدار پیدا کرنے والی حسیات میں زوال آچکا ہے۔ ہم سیلاب کی تباہ کاریوں سے بھی ذاتی مفاد کے متمنی ہوتے ہیں۔ آباد کاری کے پردہ میں فِسق و فجور اور ظلم سے کام لیتے ہیں۔ چور بازاری، ہمسایہ کے حقوق سے چشم پوشی، گروہی

ونسلی امتیاز سے لگاؤ، علاقائی ولسانی ترجیحات پر اصرار۔ الغرض ہر وہ بُرائی جو کسی قوم کو زوال کی وادیوں کی طرف لے جاتی ہے اس کو اختیار کرنے میں نہ صرف گریز نہیں کرتے بلکہ اس بدبختی سے عمل کرنے کو فخرو امتیاز سمجھتے ہیں ..... یہ کیا بات ہوئی کہ ہم بیرونی مداخلت، دہشت گردوں اور اندرونی طور پر تخریب کاری کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن اپنے گریبان میں جھانک کر کبھی یہ نہیں دیکھا کہ تقریباً چالیس سال گذرنے کے باوجود ہم نے ایک معزز و معتبر پاکستانی قوم بننے کے لئے کیا جدّوجُہد کی ..... تاریخ عالم ان قوموں کو کبھی معاف نہیں کرتی جو ابتدائی اصولوں سے ہی انحراف شروع کر دیں کیونکہ پستی و انحطاط کی قوتیں اس وقت محکم و جابر ہو جاتی ہیں جب انسانیّت اخلاق حُسنِ کار کردگی، لالچ و حرص، ذاتی مفاد، لین دین میں بددیانتی، مخاصمت و دشمنی کی خصلتوں اور ایسی ہی باتوں میں اُلجھ جاتی ہے۔" (روزنامہ جنگ لاہور ۲۹ جنوری ۱۹۸۷ء صـ۳)

کراچی کے رُوح فرسا حالات جس میں اِنسان نے اِنسان کا گلا کاٹا اور وحشت و بربریّت کا مظاہرہ ہوا اِس بات کا ثبوت ہے کہ ہم نے اسلامی اقدار کھو دیں۔ بریگیڈیئر ریٹائرڈ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صدیقی صاحب جنگ لاہور ۲۹ جنوری ۱۹۸۷ء صـ۳ پر زیر عنوان "سہراب گوٹھ اور افغان مہاجرین کا مسئلہ" لکھتے ہیں:-

"اور پھر بغیر کسی توقف اور تأمّل کے انہوں نے اہلِ زبان مہاجرین کی بستیوں پر حملہ بول دیا اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے بیان کے لئے زبان گنگ ہے اور عقل حیران ہے۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور وہ بھی ایسے ملک میں جس کے قائدین اور ذرائع ابلاغ دن رات اسلام اسلام کہتے نہیں تھکتے اور جنہیں اپنے طور پر یقین ہے کہ اِس ملک میں واقعی اسلام کا بول بالا ہو رہا ہے۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف تو شریعت بل کا چرچا ہے اور دوسری طرف ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خون سے ہولی کھیل رہا ہے! اگر پاکستان کے قیام کے چالیس سال اور آدھا ملک کھونے کے پندرہ سال بعد آج تک یہاں کا مسلمان دوسرے مسلمان کے خون کا پیاسا ہے تو پھر پاکستان کا مطلب لا اِلٰہ اِلاّ اللہ کیسے ہوا!"

جذبۂ حُبّ الوطنی کے اِس خون میں سب کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ جناب م۔ش اپنی ڈائری میں بعنوان "مرض کی تشخیص اور علاج" لکھتے ہیں:-

"۱۹۷۷ء سے لے کر آج تک جنرل محمد ضیاء الحق کا دورِ حکومت جاری ہے اس میں

۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۵ء تک آٹھ سال فوجی آمریت کے اور ایک سال بلوٹو کریسی کا شامل ہے اس طویل ترین دورِ حکومت میں اسلام، اسلام، اسلام کے نعرے تو بہت لگے لیکن اسلام کے واضح احکامات کے خلاف فرقہ واریت، صوبائیت اور لسانیت کے جتنے گھناؤنے مظاہرے اس دور میں ہوئے پاکستان کی چالیس سالہ تاریخ میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے حدیہ ہے کہ آج صدر ضیاء الحق کے نامزد ہمنوا، دانشور، علمائے کرام، مشائخ عظام، سماجی، سیاسی اور صحافی عناصر جناب اللہ بخش خان بروہی جیسے مسلّمہ قانون دان کی سربراہی میں کھلے بندوں پاکستان کے مستقبل کے متعلق اظہارِ تشویش کرتے نظر آتے ہیں۔ میں ایک عاشق زار کی حیثیت میں یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ پاکستان کا مسئلہ نمبر اول منافقت ہے ہم جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں قرآن کریم کے الفاظ میں لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ہی ہماری قومی زندگی کا المیہ ہے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۷ دسمبر ۱۹۸۶ء صہ ۴)

"پارلیمان کے اراکین ..... ووٹ لینے کے لئے عوام سے طرح طرح کے وعدے کرکے آتے ہیں۔ ان کے لئے قسم قسم کے جائز اور ناجائز کام کرتے ہیں ..... معاشرے کے وہ اہم ترین مسائل مثلاً زرعی ملکیت، دولت کی تقسیم اور اسراف وتبذیر بلکہ رشوت وسفارش اور خود اہلِ اختیار عہدیداروں اور افسروں کی وہ لوٹ مار جس کے نتیجے میں وزیرِ خزانہ کے بقول قوم کا چالیس ارب روپیہ ہر سال ضائع ہو جاتا ہے کیا اسے روکنے کے لئے وہ لوگ قانون سازی، ضابطہ بندی اور پالیسی گری کرسکتے ہیں جو یا تو خود قومی دولت کی بہتی گنگا سے مچھلیاں پکڑتے ہیں یا ایسے لوگوں کے روپے اور ان کی حمایت سے ممبری پاتے ہیں جو اپنے جالوں میں خود انسانوں تک کا شکار کرتے ہیں ..... جس منتخب ارکان میں سُود کا کاروبار کرنے والے لوگ موجود ہوں، سمگلر ہوں، بلیک مارکیٹنگ ہوں، ہارس ریس کے قمار باز ہوں، محکمہ انکم ٹیکس اور کسٹم کے افسروں سے سانٹھ گانٹھ کرکے قومی خزانے سے چوری کرتے ہوں، مجرموں کے سرپرست ہوں، خود اپنی تاریخ جرائم رکھتے ہوں، خیانت کار افسروں کے بھائی بیٹے ہوں، وزیروں کے سالے اور داماد ہوں، وزارتوں اور ممبریوں کے زور سے مال بناتے ہوں اور سفارشوں کے زور سے مختلف محکموں کے افسروں کو پبلک کے حق میں ترک انصاف پر مجبور کردیں، ٹھیکیداروں سے کمائی کریں، اپنے بچوں اور عزیزوں